ماہنامہ
انصار اللہ

دسمبر 2007ء
فتح 1386 ہش

ایڈیٹر
نصیر احمد انجم

جلسہ سالانہ کی اغراض

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 30 دسمبر 1891ء کو تحریر فرمایا:

"تمام مخلصین داخلین سلسلۂ بیعت اس عاجز پر ظاہر ہو کہ بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو۔ اور اپنے مولیٰ کریم اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل پر غالب آجائے اور ایسی حالت انقطاع پیدا ہو جائے جس سے سفرِ آخرت مکروہ معلوم نہ ہو۔ لیکن اس غرض کے حصول کے لئے صحبت میں رہنا اور ایک حصہ اپنی عُمر کا اس راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے تا اگر خدائے تعالیٰ چاہے تو کسی برہانِ یقینی کے مشاہدہ سے کمزوری اور ضعف اور کسل دُور ہو۔ اور یقین کامل پیدا ہو کر ذوق اور شوق اور ولولۂ عشق پیدا ہو جائے۔ سو اس بات کے لئے ہمیشہ فکر رکھنا چاہئے اور دعا کرنا چاہئے کہ خدائے تعالیٰ یہ توفیق بخشے۔ اور جب تک یہ توفیق حاصل نہ ہو کبھی کبھی ضرور ملنا چاہیے۔ کیونکہ سلسلہ بیعت میں داخل ہو کر پھر ملاقات کی پرواہ نہ رکھنا ایسی بیعت سراسر بے برکت اور صرف ایک رسم کے طور پر ہوگی۔ اور چونکہ ہر یک کے لئے بباعث ضعفِ فطرت یا کمی مقدرت یا بُعدِ مسافت یہ میسر نہیں آسکتا کہ وہ صحبت میں آکر رہے یا چند دفعہ سال میں تکلیف اُٹھا کر ملاقات کے لئے آوے۔ کیونکہ اکثر دلوں میں ابھی ایسا اشتعالِ شوق نہیں کہ ملاقات کے لئے بڑی بڑی تکالیف اور بڑے بڑے حرجوں کو اپنے پر روا رکھ سکیں لہٰذا قرینِ مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسہ کے لئے مقرر کئے جائیں جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالیٰ چاہے بشرطِ صحت و فرصت و عدمِ موانعِ قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو سکیں۔"

(آسمانی فیصلہ روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 351)

احمدی انصار کی تربیت کیلئے

ماہنامہ
انصار اللہ

ایڈیٹر: نصیر احمد انجم

فتح 1386 ھش دسمبر 2007ء

جلد ---------- 48

شمارہ ---------- 12

فون نمبر: 047-6212982 فیکس نمبر 047-6214631

ای میل: ansarullahpakistan@gmail.com

نائبین

- ریاض محمود باجوہ
- محمود احمد اشرف
- صفدر نذیر گولیکی

پبلشر: عبدالمنان کوثر

پرنٹر: طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ

کمپوزنگ اینڈ ڈیزائننگ: انیس احمد

مقام اشاعت: دفتر انصار اللہ

دار الصدر جنوبی چناب نگر (ربوہ)

مطبع: ضیاء الاسلام پریس

شرح چندہ: (پاکستان)

سالانہ .... ایک سو روپیہ

قیمت فی پرچہ .... 10 روپے

اس شمارہ میں

اداریہ 2

القرآن 4

حدیث نبویؐ 5

عربی منظوم کلام 6

فارسی منظوم کلام 7

اردو منظوم کلام 8

کلام الامام 9

سو سال پہلے: جماعت احمدیہ کا 16واں جلسہ سالانہ 10-18

تحریر: مکرم حبیب الرحمٰن زیروی صاحب

قیام عبادت اور انصار اللہ کی ذمہ داریاں 19-23

مکرم مجید احمد بشیر صاحب لاہور

حضرت مسیح علیہ السلام کی تاریخ ولادت 24-27

نصیر احمد انجم مدیر ماہنامہ انصار اللہ

کتاب ''سرسید احمد خان اور علی گڑھ تحریک کے

ناقدین کا تحقیقی جائزہ'' (قسط چہارم) .... 28 تا 33

مکرم عاصم جمالی صاحب

ہمدردیٔ خلق .... 34 تا 40

ابن کریم

اداریہ

تیری غلامی پہ صدقے ہزار آزادی

حضرت زید بن حارثہؓ ایک غلام تھے جو بکتے بکاتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آن پہنچے تھے۔آپ نے انہیں آزاد کردیا۔لیکن وہ آپؐ کی خدمت کرتے تھے اور آپ بھی انہیں بیٹوں کی طرح پیار کرتے۔انہیں کے بیٹے اُسامہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مُنہ بولا بیٹا بھی بنایا ہوا تھا۔

حضرت زیدؓ کے گھر والے تلاش کرتے کرتے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آن پہنچے۔اُن کے باپ ان کو لینے آئے لیکن وہ آستانہ رحمت پر باپ کے ظلِ عاطفت کو ترجیح نہ دے سکے اور اپنے باپ کے ساتھ جانے سے قطعاً انکار کردیا۔''

(سیرۃ النبی از علامہ شبلی نعمانی حصہ دوئم صفحہ 383)

نقشِ قدم

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:

''قادیان میں ایک شخص ''پیرا'' ہوا کرتا تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خادم تھا۔وہ اتنی موٹی عقل کا آدمی تھا کہ یہ سمجھ ہی نہیں سکتا تھا کہ احمدیت کیا

ہے۔لیکن اُسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ایک ذاتی لگاؤ تھا۔کہیں اُس کو گنٹھیا کی بیماری ہوگئی۔وہ پہاڑی آدمی تھا۔اُس کے رشتہ داروں کو بعض لوگوں نے کہا۔کہ یہاں اِس کا علاج نہیں ہو سکے گا۔اِسے کہیں میدانوں میں لے جاؤ۔ چنانچہ وہ اسے گورداسپور لے آئے۔مگر چونکہ وہ سب غریب آدمی تھے اور ایسے لوگوں کو روٹی بھی کھلانی پڑتی ہے اور دوائی بھی دینی پڑتی ہے۔اس لئے کوئی شخص علاج کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا تھا۔آخر کسی نے اُن کو بتایا کہ قادیان میں ایک مرزا صاحب ہیں جو بڑے خدا پرست ہیں۔وہ معالج اور حکیم بھی ہیں اُن کے پاس لے جاؤ وہ اس کی خبر گیری بھی کریں گے اور دوا بھی دیں گے چنانچہ اس کے رشتہ دار اُسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس لے آئے اور اُسے وہاں چھوڑ کر کھسک گئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اُس کا علاج کیا اور آہستہ آہستہ اُسے آرام آنا شروع ہوگیا۔جب اُس کے رشتہ داروں کو معلوم ہوا کہ اب وہ اچھا ہو گیا ہے اور کام کاج کر سکتا ہے۔تو دوسری سردیوں میں پھر اُس کے رشتہ دار آئے اور انہوں نے کوشش کی کہ وہ اُن کے ساتھ چل پڑے۔مگر معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے قلب میں نیکی تھی۔جب انہوں نے اُسے کہا کہ ہم تجھے لینے کے لئے آئے ہیں تو کہنے لگا۔تم بے شک میرے رشتہ دار ہو مگر تم مجھے چھوڑ کر چلے گئے تھے۔اس لئے اب تو جس نے میرا علاج کیا اور جس کی وجہ سے میں اچھا ہوا۔میرا رشتہ دار وہی ہے مَیں اُسے چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔“

(تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ 86)

القرآن

حُسن ظن

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اجۡتَنِبُوۡا كَثِيۡرًا مِّنَ
الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ اِثۡمٌ وَّلَا
تَجَسَّسُوۡا وَلَا يَغۡتَبۡ بَّعۡضُكُمۡ بَعۡضًا ؕ
اَيُحِبُّ اَحَدُكُمۡ اَنۡ يَّاۡكُلَ لَحۡمَ اَخِيۡهِ
مَيۡتًا فَكَرِهۡتُمُوۡهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
تَوَّابٌ رَّحِيۡمٌ ○

(سورۃ الحجرات:13)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ظن سے بکثرت اجتناب کیا کرو۔ یقیناً بعض ظن گناہ ہوتے ہیں اور تجسّس نہ کیا کرو۔ اور تم میں سے کوئی کسی دوسرے کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ پس تم اس سے سخت کراہت کرتے ہو۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یقیناً اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

(اردو ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

حدیث نبوی ﷺ

خوف و رجاء

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ یَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الْعُقُوْبَةِ مَا طَمِعَ بِجَنَّتِهٖ اَحَدٌ، وَلَوْ یَعْلَمُ الْکَافِرُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الرَّحْمَةِ مَا قَنَطَ مِنْ جَنَّتِهٖ اَحَدٌ

(مسلم کتاب التوبۃ باب فی سعۃ رحمۃ اللّٰہ)

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر مومن کو اللہ تعالیٰ کی سزا اور گرفت کا اندازہ ہو کہ کتنی سخت اور شدید ہے تو وہ جنّت کی امید نہ رکھے اور یہی سمجھے کہ اس گرفت اور سزا سے بچنا محال ہے اور اگر کافر کو اللہ تعالیٰ کے خزائنِ رحمت کا اندازہ ہو تو وہ اس کی جنّت سے نا امید نہ ہو اور یقین کرے کہ اتنی بڑی رحمت سے بھلا کون بدقسمت محروم رہ سکتا ہے۔

عربی منظوم کلام

تُلَبِّیکَ رُوحِی دَائِمًا کُلَّ سَاعَۃٍ

أَیَا مُحْسِنِی أُثْنِی عَلَیکَ وَأَشْکُرُ
فِدًی لَکَ رُوحِی أَنتَ تُرسِی وَمَأزَرُ

اے میرے محسن! مَیں تیری ثنا اور شکر کرتا ہوں۔ میری روح تجھ پر فدا ہو۔ تو میری ڈھال اور قوت ہے۔

بِوَجهِکَ مَا أَنسَی عَطَایَاکَ بَعدَہُ
وَفِی کُلِّ نَادٍ نَبَأَ فَضلِکَ أَذکُرُ

تیری ذات کی قسم! اس کے بعد مَیں تیرے احسانات کو نہ بھولوں گا۔ اور ہر مجلس میں تیرے فضل کی عظیم الشان خبر کا ذکر کرتا رہوں گا۔

تُلَبِّیکَ رُوحِی دَائِمًا کُلَّ سَاعَۃٍ
وَإِنَّکَ مَہمَا تَحشُرِ القَلبَ یَحضُرُ

میری روح ہمیشہ ہر گھڑی تجھے لبیک کہتی ہے۔ اور بے شک تو جب بھی میرے دل کو بلاتا ہے وہ حاضر ہو جاتا ہے۔

یُنَوِّرُ ضَوءُ الشَّمسِ وَجہَ خَلَائِقٍ
وَلٰکِنْ جَنَانِی مِنْ سَنَاکَ یُنَوَّرُ

سورج کی روشنی تو مخلوق کے چہرے کو منور کرتی ہے۔ لیکن میرا دل تیرے نور سے منور ہوتا ہے۔

تُحِیطُ بِکُنہِ الکَائِنَاتِ وَسِرِّہَا
وَتَعلَمُ مَا ہُوَ مُستَبَانٌ وَّمُضمَرُ

تو کائنات کی کُنہ اور بھیدوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اور جو ظاہر ہے اور جو (دل میں) پوشیدہ ہے تو اسے خوب جانتا ہے۔

(القصائد الاحمدیہ مترجم صفحہ 30 تا 31)

فارسی منظوم کلام

مظہرِ نورے کہ پنہاں بود از عہدِ ازل

مظہرِ نورے کہ پنہاں بود از عہدِ ازل
مطلعِ شمسے کہ بود از ابتدا در اِستتار

وہ اُس نور کا مظہر ہے جو روز ازل سے مخفی تھا اور اُس سورج کے نکلنے کی جگہ ہے جو ابتداء سے نہاں تھا

ہیچکس از خبثِ شرک و رِجسِ بُت آگہ نشد
ایں خبر شد جانِ احمدؐ را کہ بود از عشقِ زار

کوئی بھی شرک کی نجاست اور بتوں کی گندگی سے آگاہ نہ تھا صرف احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دل کو یہ آگاہی ہوئی جو محبتِ الٰہی سے چُور تھا

کس چہ میداند کز آں نالہ ہا باشد خبر
کاں شفیعے کرد از بہر جہاں در کنجِ غار

کون جانتا ہے اور کسے آہ و زاری کی خبر ہے جو آنحضرت نے دنیا کے لئے غارِ حرا میں کی

من نمیدانم چہ دَردے بود و اندوہ و غمے
کاندراں غارے در آوردش حزین و دِلفگار

میں نہیں جانتا کہ کیا اندوہ و غم اور تکلیف تھی جو اُسے غم زدہ کر کے اس غار میں لاتی تھی

نے ز تاریکی توحّش نے ز تنہائی ہراس
نے زِمُردن غم نہ خوفِ کژدمے نے بیم مار

نہ اُسے اندھیرے کا خوف تھا نہ تنہائی کا ڈر نہ مرنے کا غم نہ سانپ بچھو کا خطرہ

(''آئینہ کمالات ......'' روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 24، 25)

اردو منظوم کلام

ہر ستارے میں تماشہ ہے تیری چمکار کا

کِس قدر ظاہر ہے نُور اُس مبدأالانوار کا
بن رہا ہے سارا عالم آئینہ اَبصار کا

چاند کو کل دیکھ کر مَیں سخت بے کل ہو گیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اُس میں جمالِ یار کا

اُس بہارِ حُسن کا دِل میں ہمارے جوش ہے
مت کرو کچھ ذکر ہم سے تُرک یا تاتار کا

ہے عجب جلوہ تیری قدرت کا پیارے ہر طرف
جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا

چشمۂ خورشید میں موجیں تِری مشہود ہیں
ہر ستارے میں تماشہ ہے تیری چمکار کا

تو نے خود رُوحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک
اُس سے ہے شورِ محبت عاشقانِ زار کا

کیا عجب تو نے ہر اک ذرّہ میں رکھے ہیں خواص
کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر ان اسرار کا

تیری قُدرت کا کوئی بھی انتہا پاتا نہیں
کِس سے کھل سکتا ہے پیچ اِس عُقدۂ دشوار کا

خُوبرُویوں میں ملاحت ہے ترے اس حُسن کی
ہر گل و گلشن میں ہے رنگ اس ترے گلزار کا

چشمِ مستِ ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے
ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا

آنکھ کے اندھوں کو حائل ہو گئے سَو سَو حجاب
ورنہ تھا قبلہ ترا رُخ کافر و دیندار کا

ہیں تِری پیاری نگاہیں دلبرا اِک تیغ تیز
جن سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غمِ اغیار کا

تیرے ملنے کے لئے ہم مِل گئے ہیں خاک میں
تا مگر دَرماں ہو کچھ اس ہجر کے آزار کا

اک دم بھی کَل نہیں پڑتی مجھے تیرے سوا
جاں گھٹی جاتی ہے جیسے دل گھٹے بیمار کا

شور کیسا ہے تیرے کوچہ میں لے جلدی خبر
خُوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

(درثمین اردو صفحہ 113 مطبوعہ نظارت اشاعت ربوہ / قیم پریس لندن)

کلام الامام

ثباتِ قدم

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"اصلاح ہمیشہ رفتہ رفتہ ہوتی ہے بعض مستعجل لوگ ہیں جو نکتہ چینی پر جلدی کرتے ہیں اخلاص اور ثباتِ قدم خدا تعالیٰ کا ایک فضل ہے اور اس سلسلہ میں داخل ہونا بھی اللہ تعالیٰ کا ایک فضل ہے۔ بہت لوگ ایسے ہیں جنہوں نے داخلہ کے فضل کی توفیق پائی اور ثباتِ قدم اور اخلاص کی توفیق کے حاصل کرنے کے واسطے ہنوز وہ منتظر ہیں۔ ہر ایک شخص کو چاہیے کہ وہ اپنی حالت کو دیکھے۔ کیا وہ جس دن اس سلسلہ میں داخل ہوا اس دن کی اس کی حالت وہ تھی جو آج اس کی ہے۔ ہر ایک آدمی رفتہ رفتہ ترقی کرتا ہے اور کمزوریاں آہستہ آہستہ دُور ہو جاتی ہیں۔ گھبرانا نہیں چاہیئے اور اصلاح کے واسطے کوشش کرنی چاہیئے۔ اور اصلاح کے واسطے کوشش کرنی چاہیئے۔ اپنے بھائی کو حقارت سے نہ دیکھو بلکہ اس کے واسطے دُعا کرو۔ اس کے ساتھ لڑائی نہ کرو بلکہ اس کی اصلاح کی فکر کرو۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 243)

سو سال پہلے

جماعت احمدیہ کا 16 واں جلسہ سالانہ (26، 27، 28 دسمبر 1907ء)

1907ء کا سالانہ جلسہ تاریخ احمدیت میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے کیونکہ یہ آخری جلسہ تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مبارک زندگی میں ہوا۔

(مرتبہ: مکرم حبیب الرحمٰن زیروی صاحب)

ہندوستان بھر میں دسمبر کے آخر ہفتہ میں جلسے ہوا کرتے ہیں مثلاً 1907ء میں دسمبر کے آخری ہفتہ میں مندرجہ ذیل تنظیموں کے سالانہ اجلاس منعقد ہوئے نیشنل کانگرس تعلیمی کانفرنس، آل انڈیا مسلم لیگ۔ پروپکارنی سبھا کا اجلاس۔ شوشل کانفرنس۔ سودیشی کانفرنس۔ انڈسٹریل کانفرنس وغیرہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے 1891ء سے قادیان میں جلسہ سالانہ کی بنیاد ڈالی جلسہ سالانہ 1907ء حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں منعقد ہونے والا آخری جلسہ سالانہ تھا۔ جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مرکز دارالامان قادیان میں 26۔ 27۔ 28 دسمبر کو منعقد ہوا۔

1891ء میں جب اس جلسہ کی اغراض کا اعلان کیا گیا تھا وہ اس سلسلہ کی ابتدا تھی اور پہلے جلسہ میں صرف 75 احباب شریک ہوئے لیکن 1907ء میں خدا تعالیٰ کے فضل اور تائید سے یہ سلسلہ بہت بڑھ چکا تھا۔

جلسہ سالانہ 1907ء جو کہ جماعت احمدیہ کا سولھواں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کا آخری جلسہ سالانہ تھا اس کے مختصر حالات اور واقعات کا تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے۔

مہمانوں کی آمد: ''جلسہ سالانہ 1907ء کے لئے احباب کی آمد 19 / دسمبر سے شروع ہو گئی تھی۔ چند ایک دوست اس سے بھی پہلے دارالامان میں پہنچ چکے تھے مگر سب سے پہلے آنے والی جماعت دوالمیال کی تھی جو اپنے امیر مولوی کرم داد صاحب کے ہمراہ قادیان پہنچی تھی۔ اس کے بعد ہر روز ملک کے چاروں طرف سے بکثرت احباب کی آمد شروع ہو گئی۔ 24 / دسمبر کی شام اور اس کے بعد سیالکوٹ، جموں، وزیر آباد، گوجرانوالہ، جہلم، گجرات، لاہور، امرتسر، کپورتھلہ، لودھیانہ،

جالندھر، دہلی اور دیگر مختلف اطراف کی جماعتیں وارد ہوئیں۔26۔27 دسمبر کو بھی مہمانوں کی بکثرت آمد ہوئی۔''

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 508)

انتظام جلسہ: اخبار ''بدر'' نے لکھا: جلسہ کے انتظام میں شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی ایڈیٹر الحکم بہت خدمت کر رہے ہیں۔ مکانوں کی تقسیم ان کے سپرد ہے اور بلحاظ سیکرٹری مقامی انجمن ہونے کے اس خدمت کو بڑی سرگرمی سے انجام دے رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے مہمانوں کی خاطر مکان رہائش خالی کرنے کے واسطے مدرسہ کا کچھ حصہ بند ہو چکا ہے اور باقی بھی کل سے بند ہو جائے گا۔ کمروں کی تقسیم کردی گئی ہے ہر ایک ضلع کی جماعت کے واسطے جدا کمرے مقرر کئے گئے ہیں اور مدرسہ کے بعض اساتذہ اور طلباء نے بطور والنٹیر مہمانوں کی خدمت کے واسطے اپنے آپ کو پیش کیا ہے تمام مہمانوں کو کھانا نئے مہمان خانہ میں کھلایا جاتا ہے۔''

حضرت اقدسؑ کی مصروفیت: ''مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طبیعت کسی قدر علیل ہے۔تاہم دوستوں کی خاطر صبح کے وقت سیر کے واسطے تشریف لے جاتے ہیں اور مریدان صادق کو اس طرح سے زیارت کرنے اور اپنے معاملات پیش کرنے یا مسائل دریافت کرنے کا کافی موقعہ مل سکتا ہے حضرت صاحب لیکچر لاہور کا تتمہ بھی لکھ رہے ہیں جس میں آریوں کے مضمون کا جواب ہوگا۔ یہ مضمون مشین پر چھپ رہا ہے اور امید ہے کہ ایام جلسہ میں انشاء اللہ شائع ہو جائے گا۔''

''سیر کے وقت احباب کو بہت احتیاط کرنی چاہیے حضرت صاحب کے آگے آگے بھی نہیں چلنا چاہیئے۔ کیونکہ اس سے گرد اُڑ کر پیچھے جاتا ہے یہ طریق ادب کے برخلاف ہے اور جو اصحاب پیچھے چلیں ان کو چاہیئے کہ اپنے پاؤں کی طرف دیکھ کر چلیں تا کہ کسی اور کو ٹھوکر نہ لگے اور اگر کسی کو اتفاقاً ٹھوکر لگ جائے جیسا کہ بڑے انبوہ میں ممکن ہے تو پھر ٹھوکر کھانے والے کو اپنے اعلیٰ اخلاق کے دکھلانے میں حضرت امام علیہ السلام کی تقلید کرنی چاہیئے۔ میں نے دیکھا ہے کہ اگر کسی کی غلطی سے حضرت کا عصا بھی گر جائے تو آپ کبھی پیچھے پھر کر نہیں دیکھتے تا کہ گرنے والے کو شرمندگی نہ ہو۔''

(بدر 26 دسمبر 1907ء صفحہ 5)

25 دسمبر کا دن تشحیذ الاذہان کا جلسہ: ''اس نام سے احباب ناواقف نہیں ہیں کیونکہ سال گزشتہ میں اس انجمن کے جلسے ہوئے تھے اور اس انجمن کا رسالہ بھی ماہوار شائع ہوتا ہے یہ انجمن اور یہ رسالہ حضرت صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب کی سعی اور سرپرستی سے قائم ہیں اور احمدیہ قوم کے نوجوانوں کی اصلاح کرنا اور ان کو مضمون نویسی میں مشق کرانا اور اس طرح قوم کے واسطے آئندہ مصلحین کی جماعت طیار کرنا اس کا مقصد ہے۔اس کے جلسوں میں شریک ہونا قوم کو ایک بڑی

خوشی اور امید دلائے گا۔ اس جگہ اس بات کا ذکر بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ رسالہ تشحیذ الاذہان جو ایک قومی رسالہ ہے اور کسی شخص کی ذات سے اس کے نفع و نقصان کا تعلق نہیں۔''

''سب سے اوّل جلسہ تشحیذ الاذہان ہوا یہ اجلاس 25 دسمبر کو بعد از نماز ظہر ہوا سب سے اوّل حافظ عبدالرحیم صاحب نے رپورٹ سالانہ پڑھی اس کے بعد حضرت صاحبزادہ میاں محمود احمد صاحب نے زمانہ موجودہ کی حالت کا نقشہ کھینچتے ہوئے نوجوانوں کو اس وقت جو کرنا چاہیئے اُس پر تقریر کی ان کے علاوہ ولی اللہ طالب علم مدرسہ نے اپنا مضمون پڑھا اور اکبر شاہ خان صاحب اور نعمت اللہ صاحب گوہر نے پُر لطف نظموں سے دوستوں کو خوش کیا۔ جس کے بعد آخری تقریر حضرت مولوی نورالدین صاحب نے کی اور واعظ کے مزکّی ہونے کی ڈیوٹی کی طرف توجہ دلائی جو سوائے خاصانِ خدا کے کسی میں نہیں پائی جاتی۔

26 دسمبر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیر کا ایمان افروز نظارہ: ''26 دسمبر کی صبح کو حضرت اقدس باہر سیر کے واسطے تشریف لے چلے۔ احباب جوق در جوق ساتھ ہوئے۔ عاشق پروانہ کی طرح زیارت کے واسطے آگے بڑھتے تھے اس قدر ہجوم تھا کہ سیر پر جانا مشکل ہوگیا حضرت اقدس گاؤں کے باہر ایک درخت کے نیچے کھڑے ہوگئے تاکہ نو واردین مصافحہ کر لیں قریباً دو گھنٹہ تک آپ کھڑے رہے اور عشاق آگے بڑھ بڑھ کر آپ کا ہاتھ چومتے رہے اُس وقت کا نظارہ قابل دید تھا ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ سب سے پہلے میں آگے بڑھوں اور زیارت کروں ایک دیہاتی دوسرے کو کہہ رہا تھا کہ اس بھیڑ میں سے زور کے ساتھ اندر جا اور زیارت کر اور ایسے موقع پر بدن کی بوٹیاں بھی اُڑ جاویں تو پرواہ نہ کر ایک صاحب بولے کہ لوگوں کو بہت تکلیف ہے اور خود حضرت صاحب ایسے گرد و غبار میں اتنے عرصہ سے تکلیف کے ساتھ کھڑے ہیں۔ میں نے کہا لوگ بیچارے سچے ہیں کیا کریں تیرہ سو سال کے بعد مسیح و مہدی کا چہرہ دنیا میں نظر آیا ہے پروانے نہ بنیں تو کیا کریں۔ اُس وقت خدا تعالیٰ کی وہ وحی یاد آ کر غالب اور سچے خدا کے آگے سر جھک جاتا تھا جس میں آج سے پچیس سال پہلے کہا گیا تھا کہ لوگ دور دور سے تیرے پاس آئیں گے یہی بازار اور میدان تھے جن میں سے حضرت اکیلے گزر جاتے تھے اور کوئی خیال نہ کرتا تھا کہ کون گیا ہے اور یہی میدان آج ان ہزاروں آدمیوں سے بھر گئے ہیں جو صرف اس کی پیاری صورت کے دیکھنے کے عاشق ہیں کاش! کہ اب بھی مخالف سوچیں اور غور کریں کہ کیا یہ انسان کا کام ہے کہ وہ ایسی بات اپنے پاس سے بنا لے اور پھر وہ ایسے زور سے باوجود مخالفت کے پوری بھی ہو جائے۔''

(البدر 9 جنوری 1908ء صفحہ 2)

27 دسمبر کا دن۔ حضرت اقدس علیہ السلام کی پہلی تقریر: 27 دسمبر کو بیت' اقصیٰ میں جمعہ پڑھا گیا جمعہ کے وقت 'بیت' اقصیٰ کے اندر اور باہر کا صحن پوری طرح بھر گیا اور خدام نے اردگرد کی دوکانوں، گھروں اور ڈاکخانہ کی چھتوں پر

نماز جمعہ ادا کی ۔کل حاضری تین ہزار کے قریب ہوگی ۔حضرت مولوی نور الدین صاحب نے خطبہ پڑھا۔نماز جمعہ کے ساتھ ہی نماز عصر بھی جمع کی گئی ۔اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے خدام سے نہایت روح پرور خطاب فرمایا۔جس میں حضور علیہ السلام نے سورۃ فاتحہ کی لطیف تفسیر بیان فرمانے کے بعد جماعت کو تزکیہ نفس کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا۔تزکیہ نفس اسے کہتے ہیں کہ خالق مخلوق دونوں طرف کے حقوق کی رعائت کرنے والا ہو۔خدا تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ جیسا زبان سے اسے واحد لاشریک مانا جائے ایسا ہی عملی طور پر اسے مانیں اور مخلوق کے ساتھ برابر نہ کیا جاوے اور مخلوق کا حق یہ ہے کہ کسی سے ذاتی بغض نہ ہو۔ بیشک خدا کا حق بڑا ہے مگر اس بات کو پہچاننے کا آئینہ کہ خدا کا حق ادا کیا جارہا ہے یہ ہے کہ مخلوق کا حق بھی ادا کر رہا ہے یا نہیں جو شخص اپنے بھائیوں سے معاملہ صاف نہیں رکھ سکتا۔وہ خدا سے بھی صاف نہیں رکھتا۔

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 509)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تقریر کے چند اقتباس درج ذیل ہیں۔

ایک عظیم الشان معجزہ: ''دیکھو اوّل اللہ جلشانہ کا شکر ہے کہ آپ صاحبوں کے دلوں کو اس نے ہدایت دی اور باوجود اس بات کہ ہزاروں مولوی ہندوستان اور پنجاب کے تکذیب میں لگے رہے اور ہمیں دجال اور کافر کہتے رہے آپ کو ہمارے سلسلہ میں داخل ہونے کا موقع دیا۔ یہ بھی اللہ جل شانہٗ کا بڑا معجزہ ہے کہ باوجود اس قدر تکذیب اور تکفیر کے اور ہمارے مخالفوں کی دن رات کی سرتوڑ کوششوں کے یہ جماعت بڑھتی جاتی ہے۔میرے خیال میں اس وقت ہماری جماعت چار لاکھ سے بھی زیادہ ہوگی اور یہ بڑا معجزہ ہے کہ ہمارے مخالف دن رات کوشش کر رہے ہیں اور جانکاہی سے طرح طرح کے منصوبے سوچ رہے ہیں اور سلسلہ کو بند کرنے کے لئے پورا زور لگا رہے ہیں مگر خدا ہماری جماعت کو بڑھاتا جاتا ہے۔جانتے ہو کہ اس میں کیا حکمت ہے؟ حکمت اس میں یہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ جس کو مبعوث کرتا ہے اور جو واقعی طور پر خدا کی طرف سے ہوتا ہے وہ روز بروز ترقی کرتا اور بڑھتا ہے اور اس کا سلسلہ دن بدن رونق پکڑتا جاتا ہے۔خدا تعالیٰ کے ارادہ کو جو در حقیقت اس کی طرف سے ہے کوئی بھی روک نہیں سکتا اور خواہ کوئی کتنی ہی کوششیں کرے اور ہزاروں منصوبے سوچے مگر جس سلسلہ کو خدا شروع کرتا ہے اور جس کو وہ بڑھانا چاہتا ہے اس کو کوئی نہیں روک سکتا کیونکہ اگر ان کی کوششوں سے وہ سلسلہ رک جائے تو ماننا پڑے گا کہ روکنے والا خدا پر غالب آ گیا۔حالانکہ خدا پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔''

پیشگوئی کے وقت قادیان کی حالت ''اس وقت جب کہ یہ الہام براہین احمدیہ میں شائع کئے گئے تھے قادیان ایک غیر مشہور قصبہ تھا اور ایک جنگل کی طرح پڑا ہوا تھا۔کوئی اسے جانتا بھی نہ تھا اور اتنے لوگ جو یہاں بیٹھے ہیں کون کہہ سکتا ہے کہ

اس وقت بھی اس کی یہی شہرت تھی۔ بلکہ تم میں سے تقریباً سب کے سب ہی اس گاؤں سے ناواقف تھے اب بتلاؤ کہ خدا کے ارادہ کے بغیر آج سے پچیس چھبیس برس پیشتر اپنی تنہائی اور گمنامی کے زمانہ میں کوئی کس طرح دعویٰ کرسکتا ہے کہ مجھ پر ایک زمانہ آنے والا ہے جب کہ ہزار ہا لوگ میرے پاس آئیں گے اور طرح طرح کے تحفے اور تحائف میرے لئے لاویں گے اور مَیں دنیا بھر میں عزت کے ساتھ مشہور کیا جاؤں گا۔''

اللہ تعالیٰ کی نصرت اور تائیدات: ''غرض میرے پاس اس قدر نشان ہیں کہ ان کے بیان کرنے کے لئے وقت کافی نہیں میرے پاس تو یہی نشان کافی ہے کہ اتنے آدمی جو یہاں آتے ہیں ان میں سے ہر ایک آدمی ایک ایک نشان ہے اور خدا تعالیٰ نے ان سب کی پہلے سے خبر دے رکھی ہے اور یہ سب نصرتیں اور تائیدیں جو ہمارے شامل حال ہیں اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے ان کا ہمارے ساتھ وعدہ کر رکھا ہے لیکن جو جھوٹا اور مفتری علی اللہ ہوتا ہے اس کو خدا کبھی نصرت نہیں دیتا......... یاد رکھو کہ ایک مفتری کا کذاب کا کام کبھی نہیں چلتا اور اس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے مدد اور نصرت کبھی نصیب نہیں ہوتی کیونکہ اگر مفتری کا کام بھی اسی طرح سے دن بدن ترقی کرتا جاوے تو پھر اس طرح سے تو خدا کے وجود میں بھی شک پڑ جاوے اور خدا کی خدائی میں اندھیر پڑ جاوے۔

حقیقی مومن کبھی ضائع نہیں ہوتا: ''جو شخص سچے جوش اور پورے صدق اور اخلاص سے اللہ تعالیٰ کی طرف آتا ہے وہ کبھی ضائع نہیں ہوتا۔ یہ یقینی اور سچی بات ہے کہ جو خدا کے ہوتے ہیں خدا ان کا ہوتا ہے اور ہر ایک میدان میں ان کی نصرت اور مدد کرتا ہے بلکہ ان پر اپنے اس قدر انعام و اکرام نازل کرتا ہے کہ لوگ ان کے کپڑوں سے بھی برکتیں حاصل کرتے ہیں۔

دُعا کی ضرورت اور حقیقت: ''یاد رکھو کہ یہ جو خدا تعالیٰ نے قرآنِ مجید کی ابتداء بھی دُعا سے ہی کی ہے اور پھر اس کو ختم بھی دُعا پر ہی کیا ہے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ انسان ایسا کمزور ہے کہ خدا کے فضل کے بغیر پاک ہو ہی نہیں سکتا اور جب تک خدا تعالیٰ سے مدد اور نُصرت نہ ملے یہ نیکی میں ترقی کر ہی نہیں سکتا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ سب مُردے ہیں مگر جس کو خدا زندہ کرے اور سب گمراہ ہیں مگر جس کو خدا ہدایت دے اور سب اندھے ہیں مگر جس کو خدا بینا کرے۔''

غرض یہ سچی بات ہے کہ جب تک خدا کا فیض حاصل نہیں ہوتا تب تک دُنیا کی محبت کا طوق گلے کا ہار رہتا ہے اور وہی اس سے خلاصی پاتے ہیں جن پر خدا اپنا فضل کرتا ہے مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ خدا کا فیض بھی دعا سے ہی شروع ہوتا ہے۔ لیکن یہ مت سمجھو کہ دُعا صرف زبانی بک بک کا نام ہے بلکہ دُعا ایک قسم کی موت ہے جس کے بعد زندگی حاصل ہوتی ہے جیسا کہ پنجابی میں شعر ہے۔

جو منگے سو مر رہے۔ مرے سو منگن جا

دُعا میں ایک مقناطیسی اثر ہوتا ہے وہ فیض اور فضل کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔

توبہ کی حقیقت: ”زندگی کا کچھ اعتبار نہیں۔ معلوم نہیں کہ آئندہ سال تک کون مرے اور کون زندہ رہے گا۔ اس لیے سچے دل سے توبہ کرنی چاہیئے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا (سورۃ التحریم:۹) سو انسان کو چاہیئے کہ اگر توبہ کرے تو خالص توبہ کرے۔ توبہ اصل میں رجوع کو کہتے ہیں صرف الفاظ ایک قسم کی عادت ہوجاتی ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ صرف زبان سے توبہ توبہ کرتے پھرو بلکہ فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرو جیسا کہ حق ہے رجوع کرنے کا۔ کیونکہ جب متناقض جہات میں سے ایک کو چھوڑ کر انسان دوسری طرف آجاتا ہے تو پھر پہلی جگہ دُور ہوجاتی ہے اور جس کی طرف جاتا ہے وہ نزدیک ہوتی جاتی ہے یہی مطلب توبہ کا ہے۔ (الحکم 14 جنوری 1908ء)

28 دسمبر صبح حضور کی سیر: ”28 دسمبر کو صبح حسب معمول سیر کے لئے حضور اقدس علیہ السلام تشریف لے گئے۔ احباب بہت کثرت سے ساتھ تھے مگر ایسا انتظام کیا گیا کہ تمام دوستوں نے نہایت اطمینان کے ساتھ حضور کی زیارت کا شرف حاصل کرلیا۔ حضرت اقدس میدان میں ایک جگہ بیٹھ گئے۔ اس وقت پہلے ایک امرتسری دوست نے بعد ازاں ابو یوسف مولوی مبارک علی صاحب نے نظمیں سنائیں۔“

حضرت اقدسؑ کی دوسری تقریر: ”اس دن ظہر وعصر کی نمازیں بیت اقصیٰ میں جمع ہوئیں۔ بعد ازاں حضرت اقدس علیہ السلام نے دوسری تقریر فرمائی جس کی ابتداء میں حضور نے فرمایا ”جو کچھ کل میں نے تقریر کی تھی اس کا کچھ حصہ باقی رہ گیا تھا کیونکہ بسبب علالت طبع تقریر ختم نہ ہوسکی اس واسطے آج پھر میں تقریر کرتا ہوں۔ **زندگی کا کچھ اعتبار نہیں جس قدر لوگ آج اس جگہ موجود ہیں معلوم نہیں ان میں سے کون سال آئندہ تک زندہ رہے گا اور کون مرجائے گا۔** ان دردانگیز الفاظ کے بعد جو دلوں کو ہلا دینے والے تھے حضور نے اپنے خدام کو نہایت لطیف پیرائے میں شرح وبسط کے ساتھ صبر کی تلقین فرمائی علاوہ ازیں ان کو اور بھی قیمتی نصائح سے نوازا۔“ تقریر کے چند اقتباسات درج ذیل ہیں۔

خدمتِ دین کو اک فضلِ الٰہی جانو: ”مصائب رفع درجات کے واسطے ہوتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام اس بات پر روتے دھوتے نہ رہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھ سے بیٹا مانگا ہے بلکہ انہوں نے اس بات پر خدا تعالیٰ کا شکر کیا کہ ایک خدمت کا موقعہ ملا ہے لڑکے کی ماں نے بھی رضامندی دی اور لڑکا بھی اس بات پر راضی ہوا۔ ذکر ہے کہ ایک دفعہ ایک مسجد کا

مینار گر گیا تو شاہ وقت نے سجدہ کیا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اس خدمت میں سے حصہ لینے کا موقعہ دیا ہے جو بزرگ بادشاہوں نے اس مسجد کے بناء کرنے میں حاصل کی تھی۔"

صبر کا اجر: "وقت تو بہر حال گزر جاتا ہے گوشت پلاؤ کھانے والے بھی آخر مر جاتے ہیں لیکن جو شخص تلخیاں دیکھ کر صبر کرتا ہے اس کو بلا آخر اجر ملتا ہے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی کی اس بات پر شہادت ہے کہ صبر کا اجر ضرور ملتا ہے۔ جو لوگ خدا تعالیٰ کی خاطر صبر نہیں کرتے ان کو بھی صبر کرنا ہی پڑتا ہے مگر پھر نہ وہ ثواب ہے اور نہ اجر۔"

اپنے خوابوں اور الہامات پر ناز نہ کرو: "ایسے ضروری کام کو چھوڑ کر جو مومن کا اصل منشاء ہے بعض لوگ اُور باتوں کے پیچھے پڑ جاتے ہیں مثلاً کسی کو ایک خواب آ جائے یا چند الفاظ زبان پر جاری ہو جائیں تو وہ سمجھتا ہے کہ میں اب ولی ہو گیا ہوں۔ یہی نقطہ ہے جس پر انسان دھوکہ کھاتا ہے خواب تو چوہڑوں، چماروں اور کنجروں کو بھی آ جاتے ہیں اور سچے بھی ہو جاتے ہیں ایسی چیز پر فخر کرنا لعنت ہے فرض کرو کہ ایک شخص کو چند خوابیں آ گئی ہیں اور وہ سچی بھی ہو گئی ہیں مگر اس سے کیا بنتا ہے؟ کیا سخت پیاس کے وقت ایک شخص کو دو چار قطرے پانی کے پلائے جاویں تو وہ بچ جائے گا؟ ہرگز نہیں بلکہ اس کی تپش اَور بھی بڑھے گی۔ ایسا ہی جب تک کہ کسی انسان کو پوری مقدار معرفت کی اپنی کیفیت اور کثرت کے ساتھ حاصل نہ ہو تب تک یہ خوابیں کچھ شے نہیں۔ انسان کی عمدہ اور قابلِ تشفّی وہ حالت ہے کہ وہ عملی رنگ میں درست اور صاف ہو۔ اس کی عملی حالت خود اس پر گواہی دے۔ خدا تعالیٰ کی برکات اور زبردست خوارق اس کے ساتھ ہوں اور ہر دم اس کی تائید کرتے ہوں تب خدا اس کے ساتھ ہے اور وہ خدا کے ساتھ ہے۔" یہ سوز و گداز میں ڈوبی ہوئی تقریر ان الفاظ پر ختم ہوئی۔

"کیا پہلے سے نہیں کہا گیا تھا کہ آخری زمانہ میں ایک قرناء آسمان سے پھونکی جائے گی۔ کیا وحی خدا کی آواز نہیں۔ انبیاء جو آتے ہیں وہ قرناء کا حکم رکھتے ہیں۔ نفخ صور سے یہی مراد تھی کہ اس وقت ایک مامور کو بھیجا جائے گا وہ سنا دے گا کہ اب تمہارا وقت آ گیا ہے۔ کون کسی کو درست کر سکتا ہے۔ جب تک کہ خدا درست نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ اپنے ......کو ایک قوت جاذبہ عطا کرتا ہے کہ لوگوں کے دل اس کی طرف مائل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ خدا کے کام کبھی حبط نہیں جاتے۔ ایک قدرتی کشش کام کر دکھائے گی۔ اب وہ وقت آ گیا ہے جس کی خبر تمام انبیاء ابتداء سے دیتے چلے آئے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے فیصلہ کا وقت قریب ہے اس سے ڈرو اور توبہ کرو۔"

کانفرس صدر انجمن احمدیہ: "اسی روز 28 / اکتوبر 1907ء کو بعد از نماز مغرب صدر انجمن احمدیہ کی کانفرس ہوئی جس میں بیرونجات کی اکثر انجمنوں کے سیکرٹری اور پریذیڈنٹ موجود تھے سیکرٹری صاحب کی پیش کردہ رپورٹ پڑھی گئی اور اس

کے بعد بجٹ برائے 1908ء پیش ہوا بجٹ کے بعد خواجہ کمال الدین صاحب نے تمام ضروری امور پر ایک مفصل بحث دلچسپ پیرایہ میں کی اور ان کے بعد حضرت مولوی نورالدین صاحب نے ایک تقریر فرمائی۔جس میں ظاہر کیا کہ قرآن شریف کے رُو سے کس قسم کی انجمنوں کا بنانا جائز ہے اور کس قسم کی انجمنوں کا بنانا ناجائز ہے۔ یہ تقریر ایک نہایت لطیف پیرایہ میں تھی اور اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ قرآن شریف علوم کا ایک ایسا سمندر ہے کہ اس میں ہر ایک ضروری چیز پائی جاتی ہے۔

بجٹ کا مختصر نقشہ اگلے کالم میں درج کیا جاتا ہے اس سے ناظرین کو معلوم ہو جائے گا کہ کس قدر اخراجات سال 1908ء کے واسطے درپیش ہیں۔ خلاصہ بجٹ برائے 1908ء مفصلہ ذیل ہے:

آمد				خرچ			
نمبر شمار	نام صیغہ	آمد تا اخیر 1907ء	بجٹ برائے 1908ء	نمبر شمار	نام صیغہ	خرچ تا اخیر 1907ء	بجٹ برائے 1908ء
1	تعلیم	9085	10100	1	تعلیم	8116	14836
2	اشاعتِ دین حق	10109	11875	2	اشاعتِ دین حق	11930	18218
3	مقبرہ بہشتی	4160	5100	3	مقبرہ بہشتی	1790	3854
4	صدقات	3104	3250	4	صدقات	3288	3600
5	شفاخانہ	117	550	5	شفاخانہ	486	1530
6	تعمیر	8188	23000	6	متفرقات	1488	6565
	میزان	34763	63875	7	تعمیر	12167	47056
					میزان	39265	96559

<u>بیعت:</u> ”ایام جلسہ میں ہر روز بیعت کا سلسلہ جاری رہا۔بیعت کرنے والوں کی تعداد بعض اوقات اتنی بڑھ جاتی کہ لوگوں کا حضور تک پہنچنا اور معمول کے مطابق حضرت اقدس علیہ السلام کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کرنا ناممکن ہو جاتا اس لئے پگڑیوں کے ذریعہ بیعت کی جاتی اور اس کا طریق یہ ہوتا کہ لوگ اپنی پگڑیاں اُتار کر مختلف سمتوں میں پھیلا دیتے اور بعض

پگڑیوں کو ایک دوسری سے باندھ کر دور دور تک پہنچا دیا جاتا۔ ان پگڑیوں کا ایک سرا ان بیعت کرنے والوں کے ہاتھ میں ہوتا۔ جو حضرت اقدس علیہ السلام کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کر رہے ہوتے تھے اور دوسرے بیعت کرنے والے ان پگڑیوں کو اپنے ہاتھوں میں پکڑ لیتے اس طرح گویا بظاہر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور ان بیعت کرنے والوں میں روحانی رو کا تسلسل قائم کیا جاتا۔ بیعت کے الفاظ دوہراتے وقت چونکہ حضور کی آواز بھی دور بیٹھے ہوئے بیعت کرنے والوں تک نہیں پہنچ سکتی تھی اس لئے مجمع میں دو تین خدام کھڑے ہو جاتے جو حضرت اقدس علیہ السلام کی اتباع میں بیعت کے الفاظ بلند آواز سے دوہراتے ہوئے دوسرے بیعت کرنے والوں تک پہنچاتے تھے۔

لنگر خانہ کا انتظام اور الہام اطعموا الجائع و المعتر

’’شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی، حکیم فضل الدین صاحب، مفتی فضل الرحمٰن صاحب، قاضی امیر حسین صاحب نیز مدرسہ کے دوسرے اساتذہ اور طلباء نے بطور والنٹیئرز مہمانوں کے کھانا کھلانے میں بہت محنت سے کام کیا۔ لیکن مہمانوں کی آمد اندازے سے بہت ہی زیادہ بڑھ گئی تھی۔ ایک دن بعض مہمانوں کو ناگزیر وجوہ کی بناء پر بہت دیر سے کھانا ملا اور بعض مہمان تو بغیر کھانا کھائے بھوکے ہی اپنے اپنے کمروں میں جا کر سو گئے۔ نہ تو انہوں نے شکایت کی نہ کسی سے ذکر کہ کوئی ان سے ہمدردی کرتا۔ مگر جب انہوں نے صبر کیا اور کسی سے ذکر تک نہ کیا تو خود رب العرش نے جس کے وہ مہمان تھے اپنے فرستادہ نمائندہ کو الہام کیا۔ ’’**اطعموا الجائع والمعتر**‘‘ بھوکے اور مضطر کو کھانا کھلاؤ۔

صبح سویرے حضور علیہ السلام نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ بعض مہمان رات بھوکے رہے۔ اسی وقت حضور علیہ السلام نے لنگر خانہ کے منتظمین کو بلایا اور بہت تاکید فرمائی کہ مہمانوں کی ہر طرح سے خاطر تواضع کی جائے اور ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔‘‘ (تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 511، 512)

(بقیہ از صفحہ 23)

اللہ تعالیٰ آپ سب کو توفیق دے کہ آپ میں سے ہر ایک اس پیغام کو حقیقی رنگ میں سمجھتے ہوئے اس پر عمل کرنے والا ہو اور اصلاح نفس اور غلبہ (......) کی جو مہم اللہ تعالیٰ نے ہمارے سپرد فرمائی ہے۔ اس میں آپ میرے مددگار ہوں۔ اور آپ میں سے ہر ایک کے دل میں میرا سلطان نصیر بنتے ہوئے یہ آواز بلند ہو رہی ہو کہ نحن انصار اللہ۔ اللہ تعالیٰ میری اس خواہش اور دعا کو آپ میں سے ہر ایک کے لئے جو مجلس شوریٰ کے ممبر ہیں یا کسی بھی رنگ میں جماعتی خدمت پر مامور ہیں اور ہر احمدی جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ عہد بیعت باندھا ہوا ہے اس کے لئے پورا فرمائے۔ آمین

(ممبران شوریٰ 2007ء کے نام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا پیغام)

قیام عبادت اور انصار اللہ کی ذمہ داریاں

(مکرم مجید احمد بشیر صاحب لاہور)

جماعت احمدیہ اللہ تعالیٰ کی قائم فرمودہ جماعت ہے۔جس کا سنگِ بنیاد 1889ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رکھا۔ جماعت احمدیہ کو اللہ تعالیٰ کی ہمیشہ اعزازی نصرت حاصل رہی ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اس جماعت میں خلافت کا نظام جاری کیا اور خوف کی حالت کو امن میں بدل ڈالا۔

اس کو اب سو سال مکمل ہونے کو ہیں۔ اگلا سال خلافت جوبلی کا سال ہے۔ ہمارا فرض بنتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی خاطر اس کے لئے تیاری کریں۔اس سلسلہ میں انصار پر بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

انصار کو اللہ تعالیٰ نے گھر کے سربراہ کے طور پر اپنے بچوں یا خاندان کی تربیت کی ذمہ داری سونپی ہوتی ہے۔اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے ہر ناصر کو نگران مقرر کیا ہے۔اور وہ اپنی رعیت کے بارہ میں جوابدہ ہیں۔ان کے اپنے عمل نیک ہونے چاہئیں۔نظام جماعت اور نظام خلافت سے گہری وابستگی ہونی چاہیئے۔اللہ تعالیٰ کے حکموں کی پابندی کی طرف پوری توجہ اور کوشش ہو تبھی صحیح رنگ میں اپنے زیر اثر افراد کی تربیت کر سکیں گے ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے 6/اپریل 2007ء کے خطبہ جمعہ میں اس طرف توجہ دلائی ہے۔

اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے انصار اللہ کو مخاطب ہو کر فرمایا:

”ہر رکن انصار اللہ کا فرض ہے کہ وہ اس بات کی ذمہ داری اٹھائے کہ اس کے گھر میں اس کی بیوی بچے اور ایسے احمدی جن کا خدا کی نگاہ میں وہ راعی ہے۔قرآن کریم پڑھتے ہیں اور قرآن کو سیکھنے کا وہ حق ادا کرتے ہیں جو حق ادا ہونا چاہیئے۔“ (روزنامہ الفضل 10/اپریل 1969ء)

اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک دعا سکھلائی ہے۔وجعلنا للمتقین اماماً دراصل بہتر جانشین پیدا کرنا ہر احمدی کا فریضہ ہے انصار عمر کے اس حصہ میں ہیں جہاں عبادت کے اعلیٰ معیار اپناتے ہوئے آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے اعلیٰ نمونہ قائم کرنا ہے۔آئندہ نسلوں کی اصلاح و تربیت پیش نظر ہونی چاہیے۔اپنا اسوہ اور نمونہ اس قدر معیاری بنائیں کہ نوجوان نسل اس سے فائدہ اٹھائے۔جب تک انصار بھائی اپنا اچھا اور معیاری نمونہ پیش نہیں کریں گے نوجوان نسل کی تربیت کی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔

صحابہ کرام اور خود ہمارے پیارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے اولاد کی تربیت کے اعلیٰ نمونے

پیش فرمائے ہیں۔ایک واقعہ بہت مشہور ہے۔کہ حضرت امام حسن نے ایک کھجور صدقہ کی منہ میں ڈال لی۔عام طور پر ہمارے ہاں یہ ہوتا ہے کہ چلو کوئی بات نہیں ایک ہی کھجور کھائی ہے۔بچے کو تھوڑا سا ڈانٹ دیا کہ بچے آئندہ ایسا نہیں کرنا۔لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا۔آپ نے انگلی ڈال کر منہ سے وہ کھجور نکال دی۔چنانچہ آپ نے اس سے تمام آنے والی نسلوں کو اس طرف اشارہ کردیا کہ ایک تو صدقہ آل رسول کے لئے جائز نہیں دوسرے اولاد کی تربیت کرتے ہوئے چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال کرنا چاہیئے اور ان کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔

صد سالہ خلافت جوبلی کے تقاضے: آئندہ سال خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی کے پیش نظر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات کی تعمیل میں سب سے اہم کام جس طرف انصار کی توجہ کی ضرورت ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے اعلیٰ معیار قائم کرنے ہیں تبھی ہماری نسلیں اس اعلیٰ معیار کو قائم کرسکیں گی۔خدا تعالیٰ کو اس کا وقت دیں ایک عہد کریں کہ آج کے بعد خدا کا وقت کسی غیر کو نہیں دیں گے اگر آپ خدا کا حق پورا کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کا کام خود ہی کردے گا۔ورنہ نقصان ہی نقصان ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس مضمون کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

''جے تو میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو''

پھر فرماتے ہیں:

وہ شخص جو خدا کے حضور گریاں رہتا ہے امن میں رہتا ہے۔ (تفسیر سورۃ البقرہ از حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

''درد دل سے پڑھی ہوئی نماز ہی ہے کہ تمام مشکلات سے انسان کو نکال لیتی ہے۔ (ملفوظات جلد 5 صفحہ 251)

اسی طرح فرمایا:

''نماز ایسی چیز ہے کہ اس سے دنیا بھی منور ہوجاتی ہے اور دین بھی'' **(ملفوظات جلد 10 صفحہ 63)**

محترم حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی مثال:

محترم حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کا ایک واقعہ ہے کہ ملکہ برطانیہ سے ملاقات تھی۔ملکہ سے ملاقات دنیاوی لحاظ سے بڑی بات تھی۔دنیا دوران ملاقات حضرت چوہدری صاحب کو یہ پریشانی لاحق ہوئی کہ نماز کا وقت ہو چکا ہے کہیں گزر ہی نہ جائے۔چنانچہ ایک دم خیال آیا کہ گھڑی دیکھ لوں۔لیکن ملکہ کی ناراضگی کا بھی خیال تھا۔موقع پا کر گھڑی دیکھی اور عین اس وقت جب کہ آپ گھڑی دیکھ رہے تھے ملکہ نے پلٹ کر آپ کی طرف دیکھ لیا۔آپ سے استفسار کیا کہ کیا کوئی اور بھی اپوائنٹمنٹ ہے آپ نے فرمایا جی ہاں۔ملکہ کے پوچھنے پر آپ نے بتایا کہ وہ جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے اس سے اپوائنٹمنٹ

ہے۔بہر حال جب ملکہ کو علم ہوا کہ نماز کا وقت ہے تو اس نے اپنے ملازم کو بلا کر ہدایات دیں کہ مکرم چوہدری صاحب کے نماز پڑھنے کا بندوبست کیا جائے۔اور اٹھ کر چلی گئیں اور جب نماز ختم ہوئی تو پھر تشریف لے آئیں اور ملاقات جاری رہی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔''جو شخص پنجگانہ نماز کا التزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے'' (کشتی نوح صفحہ 26)

اپنے گھروں کا جائزہ لیں اپنی اولاد کو نمازوں کا پابند کریں۔اپنے اردگرد احمدی گھرانوں کا جائزہ لیں۔اور بچوں کو پیار سے نماز سنٹرز کے ساتھ منسلک کریں۔آج کل کے مادی دور میں اللہ تعالیٰ خود ہی ان کی حفاظت و نصرت فرمائے گا۔

حضرت مصلح موعود(......)فرماتے ہیں:

''وہ لوگ جو اپنے بچوں کو نماز باجماعت ادا کرنے کی عادت نہیں ڈالتے وہ ان کے خونی اور قاتل ہیں۔اگر ماں باپ بچوں کو نماز باجماعت کی عادت ڈالیں تو کبھی ان پر ایسا وقت نہیں آسکتا کہ یہ کہا جاسکے کہ ان کی اصلاح ناممکن ہے۔''

(تفسیر کبیر جلد ہفتم 653)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہارے بچے سات سال کے ہوجائیں تو انہیں نماز پڑھنے کی تاکید کرو اور جب وہ دس سال کے ہوجائیں تو نماز نہ پڑھنے پر سختی کرو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام باجماعت نماز کی حکمت کے بارہ میں فرماتے ہیں۔

''نماز میں جو جماعت کا زیادہ ثواب رکھا ہے اس میں یہی غرض ہے کہ وحدت پیدا ہوتی ہے اور پھر اس وحدت کو عملی رنگ میں لانے کی یہاں تک ہدایت اور تاکید ہے کہ باہم پاؤں بھی مساوی ہوں اور صف سیدھی ہو اور ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہوں۔اس سے مطلب یہ ہے کہ گویا ایک ہی انسان کا حکم رکھیں اور ایک کے انوار دوسرے میں سرایت کرسکیں۔وہ تمیز جس سے خودی اور خودغرضی پیدا ہوتی ہے نہ رہے۔ (لیکچر لدھیانہ روحانی خزائن صفحہ 281 تا 282)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نماز باجماعت پڑھنے کی بار بار تاکید فرمائی ہے۔

ترجمہ:تم تمام نمازوں کا اور خصوصاً درمیانی نماز کا پورا خیال رکھو اور اللہ کے لئے فرمانبردار ہوکر کھڑے ہوجاؤ۔

ایک جگہ فرمایا۔

پھر فرمایا:

ان نمازیوں کے لئے ہلاکت ہے جو اپنی نمازوں سے غافل رہتے ہیں اور جو لوگ صرف دکھاوے سے کام لیتے ہیں اور چھوٹی چھوٹی استعمال کی چیزوں سے روکتے ہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نماز کی بڑی تاکید اور فضیلت بیان فرمائی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کہ یقیناً بندے سے قیامت کے دن اس کے اعمال میں سے جس چیز کا سب سے پہلے حساب لیا جائے گا۔ وہ اس کی نماز ہے اگر اس کی نماز ٹھیک رہی تو وہ کامیاب اور بامراد ہوجائے گا اور اگر اس کی نماز خراب ہوئی تو وہ ناکام اور گھاٹے میں رہے گا۔ (ترمذی ابواب الصلوٰۃ)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں

''نماز خدا کا حق ہے اسے خوب ادا کرو..... اگر سارا گھر غارت ہوتا ہوتو ہونے دو۔ مگر نماز کو ترک مت کرو۔ وہ کافر اور منافق ہیں جو کہ نماز کو منحوس کہتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ نماز کے شروع کرنے سے ہمیں فلاں فلاں نقصان ہوا ہے۔ نماز ہرگز خدا کے غضب کا ذریعہ نہیں ہے جو اسے منحوس کہتے ہیں ان کے اندر خود زہر ہے۔ جیسے بیمار کو شیرینی کڑوی لگتی ہے۔ ویسے ہی ان کو نماز کا مزا نہیں آتا۔ یہ دین کو درست کرتی ہے۔ اخلاق کو درست کرتی ہے۔ دنیا کو درست کرتی ہے۔ نماز کا مزا دنیا کے ہر ایک مزے پر غالب ہے۔ لذات جسمانی کے لئے ہزاروں خرچ ہوتے ہیں اور پھر ان کا نتیجہ بیماریاں ہوتی ہیں۔ اور یہ مفت کا بہشت ہے جو اسے ملتا ہے قرآن شریف میں دو جنتوں کا ذکر ہے۔ ایک ان میں سے دنیا کی جنت ہے اور وہ نماز کی لذت ہے۔'' (ملفوظات جلد 3 صفحہ 591-592)

خلفائے احمدیت نے بھی ہر دور میں نماز باجماعت کی طرف احباب جماعت توجہ دلائی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل (......) فرماتے ہیں۔

کان کھول کر سنو! جو نماز کا مضیع ہے۔ اس کا کوئی کام دنیا میں ٹھیک نہیں۔ (خطبات نور جلد دوم صفحہ 98)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (......) فرماتے ہیں۔

''ایک چیز ہے جس پر اگر زور ہوتو میرا خیال ہے کہ جماعت تباہی سے بچ جائے گی۔ وہ نماز باجماعت کی ادائیگی ہے اس سے وقت کی پابندی لازم ہوگی اور پھر اس سے ہر کام بروقت ہوگا۔''

(الفضل انٹرنیشنل 11 تا 17 فروری 2000ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں۔

''وہ لوگ جو نمازی ہیں جب تک ان کی اولادیں نمازیں نہ بن جائیں جب تک ان کی آئندہ نسلیں ان کی آنکھوں کے سامنے نماز پر قائم نہ ہوجائیں اس وقت تک احمدیت کے مستقبل کی کوئی ضمانت نہیں دی جاسکتی۔''

(خطبہ جمعہ 22/جولائی 1988ء)

نماز وہ بنیادی کام ہے جس کے بغیر ہم دنیا میں کوئی انقلاب نہیں برپا کرسکتے۔ (خطبہ جمعہ 22/جولائی 1988ء)

جماعت کے قیام کے سوسال پورے ہونے پر ایک خطبہ جمعہ میں فرمایا کہ

''سب سے بنیادی بات یہی ہے کہ ہم اپنی جماعت کو مکمل طور پر نماز پر قائم کر دیں۔ کسی اور نیکی کی اتنی تلقین قرآن کریم میں آپ کو نہیں ملے گی جتنی قیام عبادت کی تلقین ہے۔ قیام صلوٰۃ کی تلقین ہے...... پس قرآن کریم کی تعلیم کی روح یہی ہے کہ ہم اپنی عبادات کو کھڑا کر دیں اور اپنے پاؤں پر مضبوطی کے ساتھ ان کو اس طرح مستحکم کر دیں کہ کوئی ابتلاء۔ کوئی زلزلہ کوئی مشکل ہماری نمازوں کو گرا نہ سکے۔ اس کے لئے پہلا بنیادی قدم یہی ہے کہ ہم میں سے ہر ایک شخص نماز باترجمہ جانتا ہو اور نماز پانچ وقت پڑھنے کا عادی ہو'' (الفضل 11 دسمبر 1989ء صفحہ 6)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

''پانچ وقت (بیوت الذکر) میں جا کر نمازیں ادا کی جائیں مزدور اپنے کام پر نماز ادا کرے۔ اسی طرح جو لوگ مختلف کام کرتے ہیں۔ نماز کا وقت آنے پر اپنے کام پر نماز ادا کریں۔ لیکن یاد رکھیں وقت پر نماز ادا کرنا ضروری ہے۔ نمازوں کی ادائیگی آپ نے نہ صرف خود کرنی ہے بلکہ اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی عادت ڈالنی ہے۔ گھر کا ہر فرد نماز ادا کرنے والا بن جائے۔ اگر کسی سے نماز چھوٹ جائے تو اس کو بے چینی پیدا ہونی چاہیئے کہ میں نماز ادا نہیں کر سکا۔

(مشعل راہ جلد 5 حصہ اوّل صفحہ 153)

چونکہ آئندہ سال صد سالہ خلافت جوبلی منائی جارہی ہے۔ جس کے لئے ہم سب کو ابھی سے تیاری کرنی ہے۔ خود بھی اور اپنے بچوں کو بھی عبادات بالخصوص نماز باجماعت کا عادی بنائیں۔ اخلاق فاضلہ سے مزین ہوں اور اعمال صالحہ سے اللہ تعالیٰ کا منظور نظر بننے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو پاک نمونہ پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ایک اقتباس پر اپنا مضمون ختم کرتا ہوں آپ فرماتے ہیں۔

''...........اب وقت بڑی تیزی سے اس منزل کے قریب آرہا ہے جہاں پہنچ کر ہم نے .... احمدیت کا غلبہ دنیا میں دیکھنا ہے پس اس کے لئے ہمیں وہی اسلوب اور طریقے اختیار کرنے ہوں گے جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے اسوۂ حسنہ قائم فرماتے ہوئے رکھے۔''

جس کا بنیادی اور مرکزی نکتہ دعا دعا اور صرف دعا تھی۔ اس فانی فی اللہ کی وہ دعائیں ہی تھیں۔ جنہوں نے دنیا میں انقلاب پیدا کیا اور اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہی نسخہ ہمارے سامنے رکھا ہے۔ پس اگر آپ احمدیت کی ترقی اپنی زندگیوں میں ہی دیکھنا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے نظارے دیکھنا چاہتے ہیں تو پہلے سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے چلے جائیں۔

(باقی صفحہ 18 پر)

حضرت مسیح علیہ السلام کب پیدا ہوئے؟

کرسمس ڈے کی حقیقت

(نصیر احمد انجم مدیر ماہنامہ انصاراللہ)

آج دنیائے عیسائیت ہر سال 25 دسمبر کرسمس ڈے روایتی دھوم دھام سے مناتی ہے۔ عیسائی یہ تہوار حضرت مسیح کے یوم ولادت کے حوالے سے مناتے ہیں۔

مگر قارئین کے لئے یہ امر باعث حیرت ہوگا کہ حضرت مسیح 25 دسمبر کو پیدا ہوئے نہ پہلی تین صدیوں کے عیسائی اس تاریخ کو کرسمس ڈے کے طور پر منایا کرتے تھے۔ بلکہ حضرت مسیح کے وصال کے صدیوں بعد یہ تاریخ پہلے پہل مغرب نے اپنائی اور بعد ازاں مشرقی عیسائیوں نے بھی اہلِ مغرب کی تقلید کرتے ہوئے یہی دن ولادت مسیح کے طور پر منانا شروع کر دیا۔

یوم ولادتِ مسیح (کرسمس ڈے) اور عیسائی سکالرز

چنانچہ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے ۱۲ جلدوں پر مشتمل بائیبل کی ضخیم تفسیر میں درج ہے۔

Early in the third Century A.D. some parts of the church celebrated January 6 as the birth day of Jesus. In the fourth Century that date was displaced by December 25, a day that had long been the occasion of a pagan festival associated with the rebirth of various solar deities. It was the date of the winter solstice according to the Julian calendar.

(The interpreter's Bible) Abingdon cobesbary press New York.1952)

یعنی تیسری صدی عیسوی کے آغاز تک چرچ کے مختلف علاقوں میں 6 جنوری کو یوم ولادت مسیح منایا جاتا تھا اور چوتھی صدی میں اس تاریخ کو 25 دسمبر سے بدل دیا گیا جو کہ بہت پہلے سے بُت پرست قوموں کے ایسے تہوار جو سماوی دیوتاؤں کے دوبارہ ظہور سے متعلق تھے کا دن سمجھا جاتا تھا۔ اور جولین کیلنڈر کے مطابق یہی تاریخ تھی جب سورج خطِ استواء سے سب سے زیادہ دُور چلا جاتا ہے اور پھر نئے سرے سے گویا جنم لیتا ہے۔

اسی طرح انسائیکلوپیڈیا برٹینکا میں اس بات کی تفصیل دی گئی ہے کہ 25 دسمبر مغربی قوموں میں پہلے سے ایک تہوار کے طور پر منائی جاتی تھی۔ لاطینی لوگ اس دن دیوتا کے لئے روزہ رکھا کرتے تھے اور برطانیہ میں اسے Mother Night کہا جاتا تھا۔ اس رات انگریز جاگ کر عبادت کیا کرتے تھے اور یہ سب عیسائیت سے پہلے کی باتیں ہیں۔

اسی مضمون میں درج کیا گیا ہے کہ پانچویں صدی عیسوی تک اس بات پر اجماع نہیں ہو سکا تھا کہ کرسمس 6 جنوری، 25 مارچ اور 25 دسمبر میں سے کس تاریخ کو منایا جائے۔ (انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا زیر لفظ کرسمس ایڈیشن 1951ء)

بائیبل کے شارحین نے یہاں تک تسلیم کیا ہے کہ علماء احبار کے نزدیک اِس تاریخ کی ذرہ بھر اہمیت نہیں ہے۔ چنانچہ ولیم جینکس (Villiam Janks) اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں۔

This opinion prevailed till A.D 527 Dionysivs Exigaus invented the vulgar account. Learned and Pious men have Terrified egregiously on this subject........ Fabricius gives a catalogue of no less than one hundred and thirty six different opinions concerning the year of the Christ birth and as to his birthday, that has been placed by Christian sects and learned men, in every month of year.

کہ یہ خیال 527ء تک چلتا رہا۔ حتّٰی کہ DIONYSIVS EXIGAUS نے یہ فضول تاریخ ایجاد کی۔ علماء اور بزرگوں نے اس کی ذرہ بھر اہمیت نہ سمجھتے ہوئے اسے بڑی شدت سے رد کیا ہے۔ FABRICIUS نے ایسا جدول تیار کیا ہے جس میں ولادت مسیح کے سال کے لئے 136 مختلف آراء بیان کی گئی ہیں۔ اسی طرح یوم ولادت مسیح کا بھی حال ہے۔ مختلف عیسائی فرقوں نے سال کے ہر مہینہ میں مسیح کی ولادت کی مختلف تاریخیں مقرر کر رکھی ہیں۔

ولیم جینکس ساری بحث کے بعد بالآخر یہ نتیجہ نکالتے ہیں۔

On this very ground the nativity in December should be given up:

کہ مندرجہ بالا حقائق کی بناء پر عیسائیوں کو دسمبر میں یوم ولادت مسیح منانا ترک کر دینا چاہیئے۔

The comprehensive Commentary on the Bible Edited by Rev Villiam janks D.D bratt leboro typographic company 1845.

قرآن کریم کا بیانِ حقیقت

قرآن مجید نے بائیبل کے اختلافی مسائل پر جو بیان دیئے ہیں وہ قول فیصل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ خدائے علیم وخبیر نے اس راز سے بھی پردہ اٹھایا ہے جس پر اکثر عیسائی محققین اور تاریخ دان شش وپنج کا شکار تھے۔ اگرچہ بعض نے

اصل حقائق سامنے لانے کی کوشش کی۔مگر قرآن کریم نے حضرت مسیح کی ولادت کے بارہ میں واضح طور پر بیان کیا۔

فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ○ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ○ وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ○

(سورۃ مریم آیت 24 تا 26)

پس (جب وہ وہاں پہنچی تو) اُسے دردِ زہ (اُٹھی اور اسے) مجبور کر کے ایک کھجور کے تنے کی طرف لے گئی (جب مریم کو یقین ہو گیا کہ اس کے ہاں بچہ ہونے والا ہے تو اس نے دنیا کی انگشت نمائی کا خیال کر کے) کہا اے کاش! مَیں اس سے پہلے مر جاتی اور میری یاد مٹا دی جاتی۔پس (فرشتہ نے) اس کو نچلی جانب سے پکار کر کہا کہ (اے عورت) غم نہ کر اللہ نے تیری نچلی جانب ایک چشمہ بہایا ہوا ہے۔(اس کے پاس جا اور اپنی اور بچہ کی صفائی کر) اور وہ کھجور (جو تیرے قریب ہوگی اُس) کی ٹہنی کو پکڑ کر اپنی طرف ہلا۔وہ تجھ پر تازہ بتازہ کھجوریں گرائے گی۔

قرآن کریم نے جو راز منکشف کیا ہے اُس کے مطابق

ا۔ مسیح کی ولادت کھجور پکنے کے موسم میں ہوئی۔اور جولائی اور اگست کے مہینے میں کھجوریں کثرت سے پکتی ہیں۔

۲۔ دوسرے یہ ظاہر فرمایا کہ وہ ایسا موسم تھا کہ چشمہ بھی بہہ رہا تھا۔اور ایسا موسم تھا کہ چشمہ کے پانی سے حضرت مریم خود بھی پاک صاف ہو سکتی تھیں اور نوزائیدہ بچہ کو بھی نہلا سکتی تھیں۔

اب ظاہر ہے کہ دسمبر کے مہینہ میں فلسطین میں شدید سردی اور برفباری ہوتی ہے چشموں کا بہنا امر محال ہے اور دسمبر میں کھجوریں بھی بکثرت نہیں ہوتیں۔

سیدنا حضرت المصلح الموعود نے ان آیات کی تفسیر میں فرمایا

”قرآن بتاتا ہے کہ مسیح اس موسم میں پیدا ہوئے جس میں کھجور پھل دیتی ہے اور کھجور کے زیادہ پھل دینے کا زمانہ دسمبر نہیں ہوتا۔جولائی اگست ہوتا ہے۔اور پھر جب ہم یہ دیکھیں کہ خدا تعالیٰ نے انہیں ایک چشمے کا بھی پتہ بتایا۔جہاں وہ اپنے بچے کو نہلا سکتی تھیں اور اپنی بھی صفائی کر سکتی تھیں تو اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ جولائی اگست کا مہینہ تھا ورنہ سخت سردی کے موسم میں چشمہ کے پانی سے نہانا اور بچے کو غسل دینا خصوصاً ایک پہاڑ پر عرب کے شمال میں عقل کے بالکل خلاف تھا۔“ (تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ ۱۷۹)

انجیل میں ولادتِ مسیح کا ذکر

نئے عہد نامہ میں موجود چاروں اناجیل میں لوقا کی واحد انجیل ہے جس نے مسیح کی ولادت کے موسم کی بابت لکھا ہے اور

دلچسپ بات یہ ہے کہ اس کا بیان قرآن مجید کے بیان کے مطابق اور موجودہ عیسائیوں کے نزدیک 25/دسمبر کے خلاف ہے۔

چنانچہ لوقا میں ہے۔

''جب وہ وہاں (یعنی بیت لحم) تھے تو ایسا ہوا کہ اس کے وضع حمل کا وقت آ پہنچا۔ اور اس کا۔ پہلوٹھا بیٹا پیدا ہوا۔ اور اس کو کپڑے میں لپیٹ کر چرنی میں رکھا۔ کیونکہ اُن کے واسطے سرائے میں جگہ نہ تھی۔

پھر لکھا ہے:

اُسی علاقہ میں چرواہے تھے جو رات کو میدان میں رہ کر اپنے گلہ بانی کی نگہبانی کر رہے تھے۔

(لوقا باب ۲ آیت ۶ تا ۸)

اسی باب ۲ کے شروع میں قیصر اوگسٹس کے حکم بابت مردم شماری کا ذکر ہے جو گرمیوں کے موسم میں ہوئی۔ جب جانوروں کے گلے اور چرواہے کھلے میدان میں رات بسر کر رہے تھے نہ کہ دسمبر کے اواخر میں یہ مردم شماری ہوئی۔

لوقا کے بیان کے مطابق جب حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو

۱۔ ایسا موسم تھا کہ نومولود بچے کو باہر کھلی جگہ چرنی میں رکھا جا سکتا تھا۔

۲۔ اس وقت پالتو جانور باہر کھلے آسمان تلے رات بسر کر سکتے تھے۔

۳۔ رات کے وقت انسان (چرواہے) میدان میں سو سکتے تھے۔ یعنی سردی کا موسم نہ تھا۔

قارئین! اس فقرہ پر غور کریں ''نوزائیدہ بچے کو چرنی میں رکھا'' غور کیجئے برف باری کے موسم میں ماں کی ممتا کے لئے یہ کیسے ممکن تھا اسی طرح کوئی دانشمند یہ باور نہیں کر سکتا کہ 25/دسمبر کی یروشلم کی یخ بستہ برفانی رات ہو اور چرواہے کھلے میدان میں اپنے گلہ کی حفاظت کر رہے ہوں۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ گرمیوں کا موسم ہے اور قرآن مجید نے اس کی مزید تعیین کر دی کہ 15/جولائی تا 15 اگست کے درمیان کہیں حضرت مسیحؑ کی ولادت ہوئی کیونکہ اس موسم میں کھجوریں پکتی ہیں اور اس موسم میں گلّہ کی حفاظت کی خاطر رات کھلے میدان میں بھی گزاری جا سکتی ہے۔ پس عیسائی دنیا کو جینکس کی رائے پر نہ صرف غور کرنا چاہیئے بلکہ کرسمس ڈے 25/دسمبر کو منانے پر نظر ثانی بھی کرنی چاہیئے۔

عیسائی سکالرز کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ کہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام کی تاریخ ولادت میں بھی ابہام و اختلاف کا شکار ہیں جب کہ کائنات کے پنہاں رازوں سے پردے اٹھائے جا رہے ہیں۔ اور نئے نئے انکشافات کئے جا رہے ہیں۔ تو ولادتِ مسیحؑ کے حقائق کو سامنے لانا بھی مسیحی قوم کا فرض ہے اور ایک تاریخی حقیقت کے لئے قرآن حکیم کے بیان پر فکر و تدبر کرنا بھی بہت اہم اور ضروری ہے۔

کتاب ”سرسید احمد خان اور علی گڑھ تحریک کے ناقدین کا تحقیقی جائزہ“

تبصرہ اور چند تسامحات پر ایک نظر

(قسط نمبر 4) تحریر: مکرم عاصم جمالی صاحب

8 اور 9 اس نمبر کے تحت ڈاکٹر سید محبوب شاہ صاحب لکھتے ہیں:

”تاثیر دعا کے سلسلے میں ایک جگہ مرزا صاحب سرسید کے لئے اس طرح رقم طراز ہیں۔“

(سرسید احمد خان اور علی گڑھ تحریک کے ناقدین کا تحقیقی جائزہ صفحہ 169)

شاہ صاحب نے حضرت مرزا صاحبؑ کی عبارت نقل کرنے میں جہاں غلطی کی ہے اُسے بریکٹ میں درست کردیا گیا ہے۔

”سید صاحب اس بات کو بھی مانتے ہیں کہ دار آخرت کی سعادتیں اور نعمتیں اور لذتیں اور راحتیں جن کی نجات سے تعبیر کی گئی ہے ایمان اور ایمانی دعاؤں کا نتیجہ ہیں پھر جبکہ یہ حال ہے تو سید صاحب کو ماننا پڑا کہ بلاشبہ ایک مومن کی دعائیں اپنے اندر اثر رکھتی ہیں اور آفات کے دور ہونے (شاہ صاحب نے ”کا“ کے لفظ کو عبارت میں لکھا ہے جو اصل عبارت میں نہیں ہے) اور مُرادات کے حاصل ہونے کا موجب ہو جاتی ہیں کیونکہ اگر موجب نہیں ہوسکتیں تو پھر کیا وجہ (شاہ صاحب نے ”ہے“ کا لفظ زائد نقل کیا ہے) کہ قیامت میں موجب ہو جائیں گی؟ سوچو اور خوب سوچو کہ اگر درحقیقت دعا ایک بے تاثیر چیز ہے اور دنیا میں کسی آفت کے دور ہونے کا موجب نہیں ہوسکتی تو کیا وجہ (شاہ صاحب نے ”ہے“ کا لفظ زائد لکھا ہے) کہ قیامت کو موجب ہو جائے گی؟“ (برکات الدعاء روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 14)

شاہ صاحب نے حضرت مرزا صاحبؑ کی مذکورہ عبارت درج کر کے درج ذیل اعتراضات کئے ہیں:

”سرسید نے دعاؤں کی تاثیر سے کہیں بھی انکار نہیں کیا۔ انہوں نے دعاؤں کی قبولیت کے بارے میں مسلمانوں پر یہ واضح کیا کہ اللہ تعالیٰ ہماری ان دعاؤں کو بھی جن کا اثر ہم محسوس نہیں کرتے۔ رد نہیں کرتا بلکہ ان کے بدلے میں وہ آخرت میں ہمیں اپنی بہتر نوازشات سے سرفراز فرمائے گا۔

اب رہی مرزا صاحب کی یہ بات کہ دعائیں روزِ قیامت شفاعت کا سبب بنیں گی تو اس بات سے نہ سرسید کو انکار تھا اور نہ کسی اور مسلمان کو البتہ مرزا صاحب خود اگر اسلامی باتوں کو خلوص دل سے تسلیم کرتے تو ان کو سرسید پر اعتراض کرنے سے

پہلے ان باتوں پر غور کر لیا چاہیئے تھا۔'' (سرسید احمد خان اور علی گڑھ تحریک کے ناقدین کا تحقیقی جائزہ صفحہ 149)

جیسے کہ اوپر بھی کئی مقامات پر لکھا جا چکا ہے کہ شاہ صاحب عادتاً کسی کے مہیا کردہ اقتباسات کو پیش کر کے اعتراض اٹھاتے ہیں کیونکہ موصوف کی تحریرات سے ایسے لگتا ہے کہ آپ نے ''برکات الدعاء'' کا جیسے خود مطالعہ ہی نہ کیا ہو۔ شاہ صاحب کی نقل کردہ عبارت کے آگے فقرات درج ذیل ہیں جن میں سرسید کے ادعاء دربارہ دعا و آخرت کی حقیقت کھل جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

حضرت مرزا صاحبؑ تو سرسید کے استدلال یعنی:

''دعا کے عبادت ہونے کے سبب اُس کا ثواب آخرت میں ملے گا۔'' (سرسید احمد خان الدعاء استجابۃ صفحہ 6)

سے نتیجہ نکالتے ہیں کہ:

(۱) ایک مومن کی دعائیں اپنے اندر اثر رکھتی ہیں۔

(۲) آفات کے دور ہونے

(۳) مُرادات کے حاصل ہونے کا موجب ہو جاتی ہیں۔

اور اگر بقول سرسید موجب نہیں ہو سکتیں ...... تو پھر کیا وجہ ہے کہ آخرت میں موجب ہو جائیں گی؟

لیکن شاہ صاحب اس سوال کے باوصف کہتے ہیں:

''سرسید نے دعاؤں کی تاثیر سے کہیں بھی انکار نہیں کیا''

دنیا میں دعاؤں کی تاثیر سے سرسید کا انکار اور آخرت میں ثواب ملنے کی امید کا بیان واضح ہے لیکن شاہ صاحب دنیا کو بھی آخرت کے ساتھ ملا رہے ہیں جبکہ حضرت مرزا صاحب سرسید کے اس اقرار کو اُن کے خلاف انکار استجابت دُعا کی دلیل کے طور پر ہیں ثابت کر رہے ہیں کہ:

آخرت میں ملنے والے ثواب کی تاثیر اس دنیا میں بھی ظاہر ہونی چاہیئے لیکن شاہ صاحب تمام باتوں کو گڈمڈ کر کے سرسید کے منشاء کے خلاف ان کی طرف وہ بات منسوب کر رہے ہیں جس سے وہ انکاری ہیں۔ دنیا میں دُعا سے آفات کے دور ہونے اور مُرادات کے حاصل ہونے کے سرسید قائل نہیں ہیں۔ اور لکھتے ہیں:

''رنج و مصیبت و اضطرار میں جو مطلب نہ حاصل ہونے سے ہوتا ہے ...... (دعا) اُن سب پر غالب ہو جاتی ہے اور انسان کو صبر و استقلال پیدا ہو جاتا ہے۔ اور ایسی کیفیت کا دل میں پیدا ہونا لازمہ عبادت ہے اور یہی دعا کا مستجاب ہونا ہے تو شاہ صاحب کس برتے پر سرسید پر دعاؤں کی تاثیر سے اس دنیا میں انکار نہ کرنے کا الزام لگاتے ہیں؟ یہ اخلاف حقائق سرسید پر شاہ صاحب کا الزام ہے جس کا ثبوت ان کے پاس نہیں ہے۔ اگرچہ خود ہی شاہ صاحب اس دُنیا میں دُعاؤں کے قبول ہونے

کے متمنی ہیں اور اُن پر اعتقاد بھی رکھتے ہیں۔اس قسم کا ایک اقتباس شاہ صاحب کی تحریرات سے اوپر درج بھی کیا گیا ہے۔

اس طرح نمبر 9 پر حضرت مرزا صاحبؑ کی یہ عبارت:

''بقول سید صاحب کے دعا عبث ہے اس طرح آخرت کے لئے بھی عبث ہوگی اس پر امید رکھنا طمع خام''

(برکات الدعا،روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 6)

لکھ کر حضرت مرزا صاحبؑ پر الزام لگایا ہے کہ سرسید نے ایسا کہیں نہیں لکھا۔سرسید جا بجا استجابت دعا کو آخرت پر محمول کرتے ہیں تو کیا اس دنیا کے لئے استجابت دُعا عبث نہ ہوئی ؟

پھر یہ ایک مقام نہیں اس لئے پہلے بھی چند مقامات پر سرسید کی تحریرات سے حضرت مرزا صاحبؑ نے یہی نتیجہ نکالا ہے یعنی (یہ سرسید کی تحریر کا خلاصہ ہے اور اس پر تبصرہ ہے)

''جب کہ مقدر بہر حال مل رہے گا خواہ دعا کرو یا نہ کرو اور جس کا ملنا مقدر نہیں تو اس کے لئے ہزاروں دعائیں کیے جاؤ کچھ فائدہ نہیں تو پھر دعا کرنا ایک امر عبث ہے۔'' (برکات الدعاء روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 6)

کیا شاہ صاحب کو یہ دونوں مقامات نظر نہیں آئے؟ انہوں نے لفظی عبارت پر زور دیا ہے جبکہ بات مفہوم و معنی کی عملی طور پر ہو رہی ہے۔جس کے تحت سرسید حصول مقصد کے لئے دعا کو عبث خیال کرتے ہیں لہٰذا شاہ صاحب کا حضرت مرزا صاحبؑ پر الزام بالبداہت غلط و نا مناسب ہے۔

سرسید بہ زبان حال یہی کہتے ہیں اور برملا کہتے ہیں کہ دعا عبث ہے مثلاً سرسید حاصل شدہ امور پر ''مجازاً'' استجابت دعا کا اطلاق کرتے ہیں۔

(۱) ''بعض امور جن کا ہونا مقدر میں ہے اور اُن کے لئے بھی دعا مانگی جاتی ہے وہ حاصل ہو جاتے ہیں اور اُن پر استجابت کا مجازاً اطلاق کیا جا سکتا ہے'' (سرسید احمد خان الدعاء استجابۃ صفحہ 4)

(۲) ''حضرت زکریا علیہ السلام کے بیٹا پیدا ہونے کو مجازاً استجابت دعا کہا جاوے۔کیونکہ بیٹا پیدا ہونا مقدر میں تھا وہ ضرور ہونا تھا'' (سرسید احمد خان الدعاء استجابۃ صفحہ 5)

(۳) ''حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی نسبت ...... مجازاً استجابت دعا کہا جاتا ہے کیونکہ بیٹا پیدا ہونا مقدرات میں سے تھا'' (سرسید احمد خان الدعاء استجابۃ صفحہ 5)

(۴) ''ہر شخص اپنی تمام حاجتیں خدا ہی سے مانگے یہاں تک کہ اگر اُس کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ جاوے تو اُس کو بھی خدا سے مانگے ......'' (سرسید احمد خان الدعاء استجابۃ صفحہ 8)

پھر اگر مل جاوے تو سرسید اُس کو کیوں نہیں مجازاً استجابت دُعا کہتے؟ پس ثابت ہوا سرسید کو استجابت دعا پر یقین ہی نہیں وہ اسے عبث خیال کرتے ہیں اور یہی حضرت مرزا صاحبؑ نے لکھا ہے جو سیاق و سباق کے عین مطابق ہے۔

سرسید نے "الدعاء والاستجابة" کے آخر پر صفحہ نمبر ۲۵ تا ۲۱ پر قرآنی دعائیں "وھذا دعائی الی اللہ ......" لکھ کر درج کیں ہیں۔ اگر ان کو مجازاً استجابت دعا سمجھا جائے تو دنیا و آخرت میں کچھ بھی نہیں ملتا۔!! کیونکہ بقول صبر واستقلال کی کیفیت کا دل میں پیدا ہونا دُعا کا مستجاب ہونا ہے۔" (سرسید احمد خان الدعاء استجابۃ صفحہ 7)

تو سرسید کی دی گئی قرآنی دعاؤں میں "ربنا اتنا فی الدنیا حسنہ و فی الاخرۃ حسنۃ" کو دل میں صبرو استقلال کی کیفیت میں سمجھا جائے تو ایک بے بس خدا کا تصور اُبھرتا ہے۔ جس کا بندوں کی گریہ وزاری کے باوجود دل نہیں پسیجتا اور باوجود قدرت رکھنے کے کچھ نہیں دے سکتا۔ اور وعدوں کے باوصف دیتا دلاتا کچھ نہیں۔ خود سرسید کا اپنا رویہ یعنی علاوہ قرآنی دعاؤں کے عام دنیاوی دعاؤں میں "الدعاء الاستجابۃ" کے برخلاف ہے۔ مثلاً

۱۔ آگرہ کی جامع مسجد کے واگزار ہونے کے موقع پر سرسید نے دعا میں کہا:

"ہم ان حاکموں کو جنہوں نے تیرے مقدس نام کا ادب کیا دل سے دعائے خیر دیتے ہیں۔ اے پاک پروردگار تو ہی ہمارے اس ناچیز شکر کو اور ہماری دعا کو اپنے فضل سے قبول کر۔" (سرسید احمد خان اور علی گڑھ تحریک کے ناقدین کا تحقیقی جائزہ صفحہ 46)

یہاں کیا سرسید کی دعائے خیر کی قبولیت کو ملکہ کے دل کا صبر واستقلال فرض کرلیا جائے جبکہ اس سے پہلی دعا میں سرسید ملکہ کی حکومت اور سلطنت کے اقتدار کی مداومت چاہتے ہیں جیسے لکھتے ہیں "ملکہ معظّمہ کوئن وکٹوریہ دام سلطنھا" یقیناً یہاں ملکہ معظّمہ کے دل کا "صبر واستقلال" ہی نہیں بلکہ موصوفہ کی حکومت کی ہمیشگی کی دعا ہی ہے۔ جو سرسید دلوں تک ہی نہیں چاہتے بلکہ فی الواقع ارض ہند میں عملی طور پر چاہتے ہیں۔

۲۔ سرسید پرنس آف ویلز کی صحت یابی کے موقعہ پر خوشی کا اظہار کرتے ہیں:

"ہماری ملکہ معظّمہ کے فرزند ارجمند ولی عہد ہندو انگلینڈ پرائل ہائنس پرنس آف ویلز نہایت بیمار ہو گئے تھے۔ انہوں نے صحت پائی اور خدا تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ان کو شفائے کامل عطا فرمائی۔ جس کا شکرانہ بدرگاہ شافی حقیقی ادا کرنے کو آج کا دن مقرر ہوا ہے۔" (سرسید احمد خان اور علی گڑھ تحریک کے ناقدین کا تحقیقی جائزہ صفحہ 46)

اس دعا میں سرسید شافی حقیقی کی قدرت کے قائل ہیں وگرنہ دعاؤں کی قبولیت کے سلسلے میں مقدرات کو لے بیٹھتے ہیں۔ پرنس کی بیماری کے زمانہ میں سرسید نے ملکہ کو یہ مشورہ کیوں نہ دیا کہ دوا اور کوئی ضرورت نہیں شہزادہ کو اگر شفا پانا مقدر ہے تو تندرست ہو جائے گا ویسے ہم دعا کرتے ہیں۔

۳۔ رسالہ "اسباب بغاوت ہند" کے لکھنے پر "سرسید نے اول دو رکعتیں بطور نفل ادا کیں اور دعا مانگی اور اسی وقت کچھ کم پانچ سو جلدوں کا ایک پارسل ولایت روانہ کیا...... گورنمنٹ انڈیا میں جب یہ کتابیں پہنچیں اور انگریزی میں ترجمہ ہو کر کونسل میں پیش ہوئیں۔ لارڈ کیننگ گورنر جنرل اور سر بارٹر فریر نے جو کونسل کے ممبر تھے اس کے مضمون کو خیر خواہی پر محمول کیا......" (سرسید احمد خان اور علی گڑھ تحریک کے ناقدین کا تحقیقی جائزہ صفحہ 145)

سرسید کی اس دوہری اور پیچ در پیچ شخصیت کے متعلق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں جس کا حوالہ اُوپر مضمون میں درج کیا جا چکا ہے۔ اس تضاد فکر و عمل کی روشنی میں دوبارہ ملاحظہ ہو:

''آپ کی (یعنی سرسید کی) تالیفات اُس عجیب حیوان کی مانند ہو گئیں کہ جو ایسا فرض کیا جائے جس کا منہ آدمی کا اور دُم بندر کی اور کھال بکرے کی اور پنجے بھیڑیے کے اور دانت ہاتھی کے کھانے کے اور دکھانے کے اور............''

حضرت مرزا صاحبؑ نے ''برکات الدعاء'' کے شروع میں جلی قلم سے تحریر فرمایا ہے:

''سید احمد خانصاحب...... کے رسالہ الدعاء والاستجابۃ اور رسالہ تحریر فی اصول التفسیر پر ایک نظر'' لیکن شاہ صاحب نے دوسری کتاب کا کہیں بھی ذکر نہیں کیا۔ جبکہ اقتباس زیر نظر سرسید کے رسالہ ''تحریر فی اصول التفسیر'' سے متعلق ہے اور اس کتاب کا شاہ صاحب نے ذکر نہیں کیا اور اقتباس کو شروع کرنے سے پیشتر ابتدائی جملہ میں ''معیار صداقت'' کے الفاظ لکھے ہیں لیکن معیار تفسیر قرآن کے ساتویں معیار کے حاشیے میں مذکورہ الفاظ درج کیے ہیں۔ چونکہ شاہ صاحب نے کوئی اعتراض نہیں اٹھایا۔ اس لئے اس اقتباس کی صداقت میں سرسید کی مذکورہ کتاب ''تحریر فی اصول التفسیر'' میں سے اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں۔

سرسید ''نبوت'' کے متعلق لکھتے ہیں:

''نبوت درحقیقت ایک فطری چیز ہے جو انبیاء میں بمقتضائے اپنی فطرت کے مثل دیگر قوائے انسانی کے ہوتی ہے۔ جس انسان میں وہ قوت ہوتی ہے وہ نبی ہوتا ہے۔......''

(سرسید احمد خان، تفسیر القرآن مع اصول تفسیر مطبوعہ دوست ایسوسی ایٹس الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور صفحہ 92)

اسی طرح آگے چل کر لکھتے ہیں:

''ایک طبیب ہی فن طب کا امام یا پیغمبر ہو سکتا ہے۔ مگر جو شخص روحانی امراض کا طبیب ہوتا ہے اور جس میں اخلاق انسانی کی تعلیم و تربیت کا ملکہ بمقتضائے اُس کی فطرت کے خدا سے عنایت ہوتا ہے، وہ پیغمبر ہوتا ہے۔''

(سرسید احمد خان، تفسیر القرآن مع اصول تفسیر مطبوعہ دوست ایسوسی ایٹس الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور صفحہ 93)

سرسید فرشتوں، وحی اور حضرت جبرئیلؑ کی بابت لکھتے ہیں:

''وہ خدا اور پیغمبر میں بجز اُس ملکہ نبوت کے جس کو ناموس اکبر اور زبان شرع میں جبرئیل کہتے ہیں اور کوئی ایلچی پیغام پہنچانے والا نہیں ہوتا، اُس کا دل ہی وہ آئینہ ہوتا ہے۔ جس میں تجلیات ربانی کا جلوہ دکھائی دیتا ہے۔ اُس کا دل ہی وہ ایلچی ہوتا ہے جو خدا کے پاس پیغام لے جاتا ہے اور خدا کا پیغام لے کر آتا ہے۔ وہ خود ہی وہ مجسم چیز ہوتا ہے جو خدا کے بے حرف بے صوت کلام کو سنتا ہے، خود اُس کے دل سے فوارہ کی مانند وحی اُٹھتی ہے اور خود اُس پر نازل ہوتی ہے۔ اُس کا عکس اُس کے دل پر پڑتا ہے، جس کو وہ خود الہام کہتا ہے۔ اُس کو کوئی نہیں بلواتا بلکہ خود بولتا ہے اور خود ہی کہتا ہے......''

اسی تسلسل میں مزید لکھتے ہیں:

''وہ خود اپنا کلام نفسی ان ظاہری کانوں سے اسی طرح پر سنتا ہے جیسے کوئی دوسرا شخص اُس سے کہہ رہا ہے۔''

(سرسید احمد خان، تفسیر القرآن مع اصول تفسیر مطبوعہ دوست ایسوسی ایٹس الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور صفحہ 93)

اب کیا فرماتے ہیں جناب ڈاکٹر سید محبوب شاہ صاحب سرسید کی نیچریت کے بارے میں؟ کیا سرسید وحی کو معیار صداقت ٹھہراتے ہیں اور عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں؟!!

حضرت مرزا صاحبؑ ان ہی خیالات پر تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اگر سید صاحب لکھنے کے وقت کسی صاحب حال سے پوچھ لیتے کہ وحی اللہ کیا شے ہے اور کیونکر نازل ہوتی ہے تو تب بھی اس لغزش سے بچ جاتے۔ اس ٹھوکر سے سید صاحب نے ایک جماعت کثیرہ......کو تباہ کر دیا اور قریب الحاد اور دہریت کے پہنچا دیا اور وحی نبوت کی عزت کو کھو کر اُس فطرتی ملکہ تک محدود کر دیا جس میں کافر اور بے ایمان بھی شریک ہیں۔''

(برکات الدعاء روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 22 حاشیہ)

سرسید کے مذکورہ خیالات پر حضرت مرزا صاحبؑ مزید تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''سید صاحب کو قانون قدرت پر بڑا ہی ناز تھا مگر اپنی تفسیر میں وہ قانون قدرت کا لحاظ بھی چھوڑ گئے۔ مثلاً اُن کا یہ اعتقاد کہ وحی نبوت بجز اپنی ہی فطرت کے ملکہ کے اور کچھ چیز نہیں اور اس میں اور خدا تعالیٰ میں ملائکہ کا واسطہ نہیں کس قدر خدا تعالیٰ کے قانون قدرت کے مخالف ہے۔ ہم صریح دیکھتے ہیں کہ ہم اپنے جسمانی قویٰ میں تکمیل کے لئے آسمانی توسط کے محتاج ہیں۔ ہمارے اس بدنی سلسلہ کے قیام اور اغراض مطلوبہ تک پہنچانے کے لئے خدا تعالیٰ نے آفتاب اور ماہتاب اور ستاروں اور عناصر کو ہمارے لئے مسخر کیا ہے اور کئی وسائط کے پیرایہ میں ہو کر اس علت العلل کا فیض ہم تک پہنچتا ہے اور بے واسطہ ہرگز نہیں پہنچتا۔ مثلاً اگرچہ ہماری آنکھوں کو تو نور خداوند تعالیٰ ہی سے ملتا ہے۔ کیونکہ وہی تو علت العلل ہے مگر وہ آفتاب کے واسطے سے ہماری آنکھوں تک پہنچتا ہے۔ ہم ایک چیز بھی نظامِ ظاہری میں ایسی نہیں دیکھتے جس کو خدا تعالیٰ بلا واسطہ آپ ہی اپنا مبارک ہاتھ لمبا کر کے ہمیں دے دے بلکہ ہر ایک چیز وسائط کے ذریعہ ملتی ہے۔ پھر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ ہمارے ظاہری قویٰ کی خلقت تام نہیں ہے یعنی ایسا نہیں کہ مثلاً مستقل طور پر روشن ہوں اور آپ کے مجوزہ ملکہ وحی کی طرح ایسا اُن میں ملکہ موجود ہو جو آفتاب کے واسطہ سے ہم کو مستغنی کر دے۔ پھر اس نظام کے برخلاف بے اصل باتیں آپ کی کیونکر صحیح ٹھہر سکیں۔ ماسوا اس کے ذاتی تجارب کی شہادت جو سب شہادتوں سے بڑھ کر ہے آپ کی اس رائے کی تکذیب کرتی ہے۔''

(برکات الدعاء روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 25-26)

(باقی آئندہ)

ہمدردیٔ خلق

(ابن کریم)

قرآن کریم خیر امت ہونے کی خوشخبری کے ساتھ مومنوں کی ایک ذمہ داری یہ بیان کرتا ہے کہ **اُخْرِجَتْ لِلنَّاس** کہ تم لوگوں کی خدمت کے لیے پیدا کیے گئے ہو۔ اس کو ایک اور طرح سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ارشاد میں کچھ اس طرح بیان فرمایا ہے **سَیِّدُ الْقَوم خَادِمُھُم** ۔یعنی اصل سرداری خدمت میں ہے ۔سردار بھی بنائے جاؤ گے ۔مگر قوم کی خدمت بھی لازماً کرنا ہوگی ۔اور اسی خدمت کا نتیجہ سرداری کی صورت میں نکلے گا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے دس شرائط بیعت میں سے ایک شرط یہ رکھی کہ یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بھی بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

اللہ اللہ اس شرط سے کس طرح بنی نوع انسان کی بھلائی اور ہمدردی پھوٹ رہی ہے اور حقیقت یہی ہے کہ یہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی۔

اس وقت دنیا نفسا نفسی کا شکار ہے ۔ہوس پرستی اور انا پرستی نے دنیا کو کھوکھلا کر دیا ہے۔اور یہ زہر اس طرح انسان کی بنیادیں کھوکھلی کر چکا ہے کہ بیان سے باہر۔دلچسپ امر یہ ہے کہ اعتماد اور اعتبار اُٹھ چکے ہیں۔جو حقیقی خیر خواہ ہیں۔اور بنی نوع کی سچی ہمدردی کرنا چاہتے ہیں ان سے بھی دنیا بدکتی ہے۔یا اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ انہوں نے اپنے ہاں یہ ہمدردی کبھی دیکھی نہیں ہوتی ۔ایک بالکل نئی چیز ان کے سامنے جب آتی ہے تو گھبراہٹ محسوس ہوتی ہے۔ مجھے ذاتی طور پر خود اس کا بارہا تجربہ ہوا ہے ۔صرف ایک واقعہ محض دلچسپی اور حقیقی صورتحال کے تجزیہ کے طور پر پیش کرتا ہوں۔یہ ان دنوں کی بات ہے جب جب گوجرانوالہ کے پاس ایک معروف گاؤں تر گڑی ہے وہاں میری تعیناتی تھی۔کسی کام کے سلسلہ میں گوجرانوالہ آنا ہوا۔ریلوے کراسنگ پر میں نے ایک بوڑھی اماں جو اپنی بھاری بھرکم گٹھڑی اٹھائے جارہی تھیں ان کے لیے چلنا دوبھر تھا مجھے بڑھیا کی گٹھڑی اٹھانے والا واقعہ جو ہماری تاریخ میں بہت ہی عزت اور تکریم کے ساتھ محفوظ ہے یاد آ گیا سو اسی سُنت کو یاد کرتے ہوئے میں بھی آگے بڑھا اور اماں سے کہا کہ اماں جی لائیں میں آپ کا سامان اٹھالیتا ہوں آپ کے لیے یہ بہت مشکل ہے۔اماں کا جواب سنیئے اور اس معاشرہ کی بے بسی کا رونا رو دیجئے ۔مجھے اب بھی اماں کی آنکھوں میں غصہ اور کراہت نظروں کے سامنے آجاتی ہے تو جُھرجھری سی آجاتی ہے۔بوڑھی اماں نے قہر آلود نظریں مجھ پر ڈالیں اور کہا۔

”ہیں میں تمہیں سامان کیوں پکڑاؤں میں تمہیں جانتی نہیں۔“

اب دیکھیں معاشرہ کس طرح بداعتمادی کا شکار ہے کہ کوئی سچی ہمدردی بھی کرے تو اس کو بھی شک کی نظر سے دیکھا

جاتا ہے۔اور اس سے یہ بھی صاف نظر آجاتا ہے کہ یہ چیز معاشرہ میں سرے سے موجود ہی نہیں یا اگر ہے بھی تو اس پر شک کے لبادے چڑھے ہوئے ہیں۔اس مثال سے ہمارے لیے کتنا بڑا ٹارگٹ سامنے آتا ہے کہ اس فیلڈ میں بھی بڑے صبر آزما جہاد کی ہمیں ضرورت ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بنی نوع انسان کی ہمدردی بلاتفریق مذہب وملت فرض قرار دی ہے۔اور اپنے فارسی منظوم کلام میں کیا خوب فرماتے ہیں۔

مرا مقصود و مطلوب و تمنا خدمت خلق است

ہمیں کارم ہمیں بارم ہمیں رسمم ہمیں راہم

بعض ایسے مخلصین کا تذکرہ مقصود ہے جنہوں نے خدمت خلق کرتے ہوئے اپنی جان تک اس راہ میں قربان کر دی۔اس ساری تمہیدی گفتگو سے دیکھیں یہ کتبات کیا پیغام دیتے ہیں مجھے ایک نہایت قریبی دوست جناب طارق سعید صاحب نے بتایا کہ میں نے ایک کتبہ پر پڑھا کہ ہمارے ایک احمدی نے امریکہ میں ہونے والے ایک ایکسیڈنٹ میں شدید زخمی ہونے والوں کی جان بچانے کے لیے اپنا گردہ دے دیا۔قدرت خدا کی وہ شدید زخمی ٹھیک ہو گیا اور یہ اپنے خون سے تاریخ رقم کر گیا۔خدمت خلق کی نئی راہیں دکھا گیا۔

اور اسی طرح مکرم حفیظ احمد کے مزار کو دیکھیں اور یہ تحریر پڑھیں۔

27 جولائی 1956ء کی صبح راولپنڈی میں تیز بارش ہوئی محلہ کے ایک احمدی نوجوان حفیظ احمد صاحب ابن چوہدری محمد ابراہیم صاحب کا جو C.O.D راولپنڈی میں ملازم تھے حسب معمول اپنے گھر سے تیار ہو کر اپنی ڈیوٹی پر چلے گئے۔واپسی پر انہوں نے نالہ لئی کے قریب پانی کے تماشائیوں کا ایک ہجوم دیکھا۔آپ بھی وہاں پہنچ گئے۔اسی دوران ایک طرف سے شور اٹھا کہ دیکھو یہ لڑکا پانی میں گر گیا اور ڈوب رہا ہے۔تماشائی ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے مگر کسی نے جرات نہ کی کہ ڈوبتے کو بچا سکیں حفیظ احمد نے انسانی ہمدردی کے جوش میں کہا کہ لڑکے کو بچاؤں گا تب انہوں نے ایک رسہ کمر میں باندھا اور لوگوں سے کہا کہ وہ رسہ پکڑیں۔یہ کہہ کر حفیظ احمد نے اس خوفناک پانی میں چھلانگ لگادی وہ کافی دیر طوفانی لہروں کا مقابلہ کرتے رہے اور آخر کار اس لڑکے کو کنارے پر لگانے میں کامیاب ہو گئے۔اب ان کو اپنے آپ کو بچانا باقی تھا پانی کا چڑھاؤ یکدم تیز ہو گیا۔اور طوفانی لہریں شدت اختیار کرتی گئیں۔رسہ پکڑنے والے پانی کے چڑھاؤ سے ڈر گئے اور رسہ چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئے حفیظ صاحب ان طوفانی لہروں اور پانی کے تھپیڑوں کا کافی دیر تک مقابلہ کرتے رہے مگر ان کا رسہ ایک بجلی کے کھمبے سے لپٹ گیا اور ان کی زندگی اور موت کے درمیان حائل ہو گیا انہوں نے بڑے زور سے رسے کو جھٹکے مارے اور وہ اس میں کامیاب بھی ہو گئے۔مگر متواتر دو گھنٹے اس خطرناک پانی کا مقابلہ کرتے کرتے ان کے ہاتھ پاؤں ہمت ہار گئے تھے۔آخر ایک اور شدید طوفانی لہر انہیں اپنے ساتھ بہا کر لے گئی۔اور اس طرح ایک خونی ندی نے ایک باہمت احمدی نوجوان کی جان

لے لی۔

تماشائی دور کھڑے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ مگر کسی نے ہمت نہ کی کہ وہ اس بہادر نوجوان کی کچھ مدد کر سکیں۔ جب یہ احمدی نوجوان اپنے آپ کو لہروں کے حوالے کر چکا تب چند خدا ترس لوگوں نے اُس کی لاش کا تعاقب کیا۔ اور تین گھنٹے کی مسلسل کوشش کے بعد لاش کو پانی سے نکالا۔

(الفضل 18 اگست 1956ء)

اب ایک اور کتبہ پر تاریخ میں سُنہری حروف سے لکھی قربانی کی روئیداد اس طرح بیان ہوئی ہے۔

45 سال بعد راولپنڈی میں یہی واقعہ دھرایا گیا 23 جولائی 2001ء کو راولپنڈی اسلام آباد میں خوفناک بارش ہوئی جس نے بارش کی شدت کے سو سالہ ریکارڈ توڑ دیے۔ اس شدید بارش سے راولپنڈی کے ندی نالوں میں پانی کا بہاؤ یکدم تیز ہو گیا۔ خاص طور پر نالہ لئی میں سیلابی پانی کی آمد کے بعد اس کی تیزی اور شدت میں کئی گنا اضافہ ہو گیا۔ اس طوفان میں راولپنڈی کے احمدی خادم مکرم نبیل اظہر صاحب نے خدمت خلق کے دوران جان قربان کر دی۔ موصوف بہترین تیراک تھے۔ ایک خاتون کے شور مچانے پر کہ اس کا بچہ ڈوب رہا ہے اسے بچاؤ، نبیل اظہر صاحب نے فوراً اس کے لخت جگر کو بچانے کے لیے پانی میں چھلانگ لگائی۔ وہ اسے بچانے میں تو کامیاب ہو گئے لیکن نالہ لئی کی تند و تیز لہروں میں ڈوب کر وفات پا گئے۔ اور خدمت خلق کے میدان میں نئے باب کا اضافہ کر دیا۔ یہ واقعہ 23 جولائی کی شام چھ بجے پیش آیا۔ اور ان کی نعش قریباً ساڑھے چار گھنٹے بعد ملی۔

(روزنامہ الفضل 27 جولائی 2001ء)

حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت بیان کرتے ہوئے حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

قادیان کے ہندو لالہ ملاوامل صاحب کی عمر بائیس سال کی تھی وہ بعارضہ عرق النساء بیمار ہو گئے۔ حضرت مسیح موعودؑ کا معمول تھا کہ صبح شام ان کی خبر ایک خادم جمال کے ذریعہ منگوایا کرتے اور دن میں ایک مرتبہ خود تشریف لے جا کر عیادت کرتے۔ صاف ظاہر ہے کہ لالہ ملاوامل صاحب ایک غیر قوم اور غیر مذہب کے آدمی تھے۔ لیکن چونکہ وہ حضرت اقدسؑ کے پاس آتے جاتے رہتے تھے۔ اور اس طرح پر ان کو ایک تعلق مصاحبت کا تھا۔ آپؑ کو انسانی ہمدردی اور رفاقت کا اتنا خیال تھا کہ ان کی بیماری میں خود ان کے مکان پر جا کر عیادت کرتے اور خود علاج بھی کرتے تھے۔

ایک دن لالہ ملاوامل صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضور کی ایک دوا سے انہیں ضعف بہت ہو گیا۔ علی الصبح معمول کے موافق حضرت کا خادم دریافت حال کے لیے آیا تو انہوں نے اپنی رات کی حقیقت کہی اور کہا کہ وہ خود تشریف لا دیں۔ حضرت اقدسؑ فوراً ان کے مکان پر چلے گئے۔ اور لالہ ملاوامل صاحب کی حالت دیکھ کر تکلیف ہوئی۔ فرمایا کچھ مقدار زیادہ ہی تھی۔ مگر

فوراً آپ نے اسپغول کا لعاب نکلوا کر لالہ ملاوامل صاحب کو دیا جس سے وہ سوزش بند ہو گئی اور ان کے درد کو بھی آرام آ گیا۔

حضرت صاحب کی پوزیشن کے لحاظ سے دیکھا جاوے تو اپنے شہر کے ایک رئیس اعظم اور مالک تھے۔ اور اس خاندانی وجاہت کے لحاظ سے اس طرح پر کسی کے گھر نہیں آتے جاتے تھے۔ مگر انسانی ہمدردی اور غمگساری نے کبھی آپ کو یہ سوچنے کا موقع ہی نہ دیا۔ کیونکہ وہ دوسروں کو آرام پہنچانے اور نفع رسانی کے لیے پیدا ہوئے تھے۔ اس لیے مریض کی عیادت میں کسی قسم کی تفریق اور امتیاز اپنے پرائے کا نہ کرتے تھے۔ (سیرۃ مسیح موعودؑ صفحہ 170)

حضرت خلیفہ رابعؒ فرماتے ہیں:

خدام الاحمدیہ کی تنظیم کو اب خود حفاظتی کی خاصی ٹریننگ مل چکی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ تقسیمِ ملک کے وقت اس تنظیم نے بے شمار مسلمانوں کی جانیں بچائیں۔ لیکن اگر غور کریں تو اصل میں یہ کارنامہ حضرت خلیفہ ثانی کی دور اندیش نگاہوں ہی کا مرہون منت تھا۔ پنجاب کے دیہات میں مسلمانوں کا قتلِ عام ہو رہا تھا۔ پاکستان ہجرت کرنے والے قافلوں پر حملے جاری تھے۔ لوٹ مار اور قتل و غارت کا بازار گرم تھا۔ جو مسلمان حملہ آوروں کے ہتھے چڑھ جاتے بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح ہو جاتے۔ یہ احمدی رضا کاروں ہی کا دل گردہ تھا کہ وہ اپنی جان پر کھیل کر قادیان کے قرب و جوار میں تیس تیس میل دور تک واقع دیہات کے دورے کرتے اور وہاں کے رہنے والے مسلمانوں کو حملہ آوروں سے بچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ پھر یہ بھی ہوا کہ اتنے بڑے ہنگامے میں کوئی بھی تو بھوکوں نہیں مرنے پایا۔ قادیان جو محض بیس ہزار نفوس پر مشتمل ایک چھوٹا سا قصبہ تھا۔ یہاں اسی ہزار سے زائد پناہ گزین جمع تھے۔ ان کو خوراک مہیا کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔

حضرت خلیفہ رابعؒ فرماتے ہیں کہ:

''میرے والد محترم حضرت خلیفہ ثانی نے پہلے سے حکم دے دیا تھا کہ ایک جلسہ سالانہ کی بجائے دو تین جلسوں کے لیے گندم خرید کر سٹاک کر لی جائے۔ انہیں اندیشہ تھا کہ پناہ گزینوں کا ایک سیلاب آنے والا ہے۔ جن کے لیے خوراک کی ضرورت ہو گی۔''

لیکن اب الٹی گنگا بہہ رہی تھی۔ یعنی اب گندم سے بھرے ہوئے ٹرک قادیان آنے کی بجائے قادیان سے امرتسر جیسے بڑے بڑے شہروں کی طرف جا رہے تھے۔ ان دنوں مسلمان اخبارات نے بڑی سچائی سے اس بر وقت امداد کا کھل کر اعتراف کیا۔ جو جماعت احمدیہ کی طرف سے مسلمانوں کو اس موقع پر دی جا رہی تھی۔ انہوں نے صاف لکھا کہ یہ بڑے بڑے شہر نہیں ہیں جو اس وقت اپنے ...... بھائیوں کے لیے آگے آ گئے ہیں بلکہ یہ ایک دور افتادہ گاؤں قادیان کے رہنے والے لوگ ہیں۔ جنہیں ہم ماضی میں کافر کہتے رہے ہیں جو اس نازک وقت میں بے قرار ہو کر ہماری مدد کے لیے پہنچے ہیں ان دنوں سونے کی مہلت کم ہی ملتی تھی۔ دو ہی کام تھے ٹرکوں پر گندم لادنا یا پھر پہرہ کی ڈیوٹی۔ (ایک مرد خدا صفحہ 96-97)

حضرت خلیفۃ ثالثؒ نے انگلستان کے جلسہ سالانہ 1980 کے موقع پر آپ نے فرمایا:

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے صحابہ کرامؓ نے لوگوں کو محبت و پیار اور ہمدردی سے جیتا تھا۔ اگر ہم بھی لوگوں کے دلوں کو فتح کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلنا ہوگا قرآنِ کریم کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے۔ سب سے محبت اور نفرت کسی سے نہیں۔ (Love for All Hatred for none) (دورہ مغرب)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے کسی صحافی نے سوال کیا۔ آپ کی زندگی کا مطمع نظر کیا ہے؟ جس پر بے ساختہ آپ نے فرمایا:

میں نے اپنی زندگی بنی نوع انسان کی فلاح کے لیے وقف کر رکھی ہے میرے دل میں نوع انسان کی محبت اور ہمدردی کا ایک سمندر موجزن ہے۔ اس لیے میں انہیں راہ فلاح کی طرف جو بلاشبہ (دین حق) کی راہ ہے بلا رہا ہوں۔

(دورہ مغرب)

یہی نصیحت آپ نے ہمیشہ جماعت کو فرمائی۔ 1974ء کے پر آشوب زمانہ کے بعد جلسہ سالانہ کے موقع پر آپ نے جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''جو پیار کرنے اور دکھوں کو دور کرنے کا مقام، جو بے نفس خدمت کا مقام آپ کو عطا ہوا ہے اسے ہمیشہ یاد رکھو۔ ہمیشہ یاد رکھو کہ ایک احمدی کسی سے دشمنی نہیں کرتا اور نہ کر سکتا ہے۔ کیونکہ اس کے خدا نے اسے پیار کرنے کے لئے اور خدمت کرنے کے لئے پیدا کیا ہے اور خدا کرے کہ جس غرض کے لیے اس نے احمدی کو پیدا کیا ہے وہ غرض ہمیشہ اس کی آنکھوں کے سامنے رہے اور ہمیشہ اس کے جوارح سے ظاہر ہوتی رہے اور اس کے عمل سے پھوٹ پھوٹ کر نکلتی رہے۔''

(جلسہ سالانہ کی دعائیں)

کہتے ہیں جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ حضرت مسیح موعودؑ اپنے مخلص پیروکاروں کے متعلق فرماتے ہیں۔ اے میرے درختِ وجود کی سرسبز شاخو۔ بلاشبہ یہ سرسبز شاخیں خوب لہلہاتی اور پھل دیتی ہیں۔ جو حضرت مسیح موعودؑ کے اور آپ کے خلفاء کے نمونے ہیں ان نمونوں کو آپ کے پیروکار اپنے عمل سے زندہ کرنے والے ہیں۔ پچھلے دنوں حضرت ڈاکٹر سلام صاحب کے متعلق ایک کتاب ''عبد السلام'' پڑھ رہا تھا۔ آپ بھی اس کی چند سطریں پڑھیں اور مخلوق خدا کی ہمدردی کی انمٹ داستان ملاحظہ کریں۔

''یہ ایک عجیب حسنِ اتفاق ہے کہ ۱۹۹۶ء میں ڈاکٹر عبد السلام کا سترواں یوم پیدائش اسلامی جمہوریہ پاکستان میں سرکاری وغیر سرکاری، ہر دو سطح پر عقیدت سے منایا گیا وزیر اعظم کی طرف سے پاکستانی سفیر کے ذریعہ آپ کے علاج کے متعلق تمام اخراجات کی ادائیگی کی پیش کش کی گئی جس پر ڈاکٹر صاحب نے شکریہ ادا کرتے ہوئے اس خواہش کا اظہار کیا کہ ان کے

علاج پر خرچ کی جانے والی تمام رقم اگر پاکستان میں سائنس کی تعلیم کے فروغ پر خرچ کی جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔"

(عبدالسلام صفحہ ۱۸۶)

اپنی جان کی فکر نہیں ہے بلکہ بنی نوع کی ہمدردی عزیز ہے کہ ہماری قوم سائنس کے علوم حاصل کرے اور ترقی یافتہ قوم بن جائے۔

جماعت احمدیہ بنی نوع انسان کی خدمت میں ہمہ تن مصروف اور پیش پیش ہے۔اور اس عملی خدمت کا کسی کے پاس نہ جواب ہے اور نہ ہی نمونہ۔

مجھے یاد ہے چند سال پیشتر لاہور جانا تھا۔ویگن میں بیٹھے بیٹھے ایک پولیس والے صاحب جو وردی میں ہی ملبوس تھے۔میں نے دعوت الی اللہ کے سلسلہ میں راہ ورسم بڑھائی کیونکہ وہیں سے ایک مریض کو لا کر ویگن پر سوار کیا گیا تھا۔اور فضل عمر ہسپتال کی بے لوث خدمات کا تذکرہ کیا تو ایک نوجوان جو قریب ہی بیٹھا ہوا تھا اس نے تائید کے طور پر عجیب انداز اختیار کیا جس سے پولیس والے صاحب تو متاثر ہوئے ہی میں بھی ششدر رہ گیا کہ دیکھیں ہماری جماعت میں بے لوث خدمت کے کیا کیا انداز ہیں اس نے جیب سے عطیہ چشم والا کارڈ نکالا۔اس نے کہا میں نے اس تحریک میں وصیت کی ہوئی ہے کہ میرے مرنے کے بعد میری آنکھیں کسی ضرورت مند کو تحفہ کے طور پر دے دی جائیں اور یہ کارڈ میں ہر وقت ساتھ رکھتا ہوں تاکہ جب بھی وقت آخر آئے میں مرتے مرتے بھی کسی کی آنکھ کو روشن کرتا جاؤں دکھی انسانیت کو قرار آئے۔

اب آیئے آخر پر ایک داعی اللہ جناب نذیر احمد علی صاحب کا انداز ملاحظہ کریں۔میں نے جامعہ کی تدریس کے دوران جب سے ان کے یہ والہانہ اور عاشقانہ انداز کے فقرات پڑھے ہیں کبھی ذہن سے محو نہیں ہوئے پتہ نہیں کیوں میں اس انسان کو خلفاء اور والدین کے بعد آئیڈیل ترین شخص سمجھتا ہوں۔اب سنئے ان کے الفاظ۔مگر ٹھہریں اس سے پہلے یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ احمدیت نے بغیر کسی گورے،کالے،عجمی،عربی، افریقی، امریکی کے دنیا میں خدمت خلق کے جال بچھائے ہوئے ہیں اور یہ جو داعیان الی اللہ اور مربیان کرام ہیں دراصل انہیں راہوں کی نشان دہی کرتے ہیں۔یہ تو دنیا جانتی ہے کہ افریقہ میں دکھی انسانیت کی خدمت ہسپتالوں اور سکولوں کے ذریعہ جس طرح احمدیت نے کی ہے دوسرا کوئی خواہ کتنی ہی دولتیں اور اموال کے ڈھیر رکھتا ہو توفیق کیا سوچ بھی نہیں سکتا۔

اب یقیناً آپ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہوگا کہ وہ کون سا کوئی واقعہ اور بات ہے جو اتنی دلچسپ اور اہم ہے تو سنئے۔

جناب نذیر احمد علی صاحب لمبے عرصہ تک افریقہ میں خدمات سر انجام دیتے رہے۔لمبے تھکا دینے والے پیدل سفروں کی وجہ سے بیماریوں نے نڈھال کر دیا آخری وقت حضرت خلیفہ ثانیؓ سے اصرار کر کے سیرالیون گئے۔جامعہ احمدیہ میں ایک تقریب میں ان کو بلوایا گیا تو انہوں نے مستقبل کے کارناموں جن کی انہوں نے نیت اور دعا کی ہوئی ہوگی یوں بیان

کیا۔مفہوم کچھ اس طرح سے ہے

''ہماری قبریں تمہیں بتائیں گی کہ یہ یہ علاقے احمدیت کے لیے ہم نے فتح کر لیے ہیں اس سے آگے جانا ہے۔''

فقرات پڑھیں اور خدمت خلق کا جذبہ دیکھیں بنی نوع انسان کی فلاح میں جان قربان کر دینے کی تمنا ملاحظہ کریں۔دراصل احمدیت کا نفوذ خدمت خلق ہی کا مشن اور منصوبے ہیں۔حضرت مسیح موعودؑ کیا خوب فرماتے ہیں۔

''ہمارا یہ اصول ہے کہ کل بنی نوع کی ہمدردی کرو۔اگر ایک شخص ایک ہمسایہ ہندو کو دیکھتا ہے کہ اس کے گھر میں آگ لگ گئی اور یہ نہیں اٹھتا کہ تا آگ بجھانے میں مدد دے تو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ مجھ سے نہیں ہے۔''

(سراج منیر روحانی خزائن جلد۱۲ صفحہ 28)

نیز فرمایا:

''تمہارا تعلق لوگوں کے جسموں کے ساتھ ہوگا نہ کہ ان کی روحوں کے ساتھ اس لیے تمہاری نظر میں مومن، متقی یا خدا کے منکر کا سوال نہیں ہونا چاہیے۔اور نہ کسی قوم اور فرقہ سے تعلق کا خدا کی ہر اس مخلوق کے ساتھ جو تمہارے پاس آئے یا جنہیں تمہاری خدمت کی ضرورت ہو تو تم بلا امتیاز تفرقہ ان کے کام آؤ۔یہی بڑی نیکی ہے اور خدا کا شکر کرو کہ تمہیں کسی کی خدمت کا موقع ملا۔''

(الحکم 7 فروری 1934 صفحہ 3 کالم 3)

پیارے آقا سیدنا حضرت خلیفہ خامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یہ جماعت احمدیہ کا ہی خلاصہ ہے کہ جس حد تک توفیق ہے خدمت خلق کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہے اور جو وسائل میسر ہیں ان کے اندر رہ کر جتنی خدمت خلق اور خدمت انسانیت ہو سکتی ہے کرتے ہیں۔

(مشعل راہ جلد پنجم حصہ اوّل صفحہ 61)

نصاب سہ ماہی چہارم (اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۷ء)

1- ترجمہ قرآن کریم پارہ نمبر 6 (نصف آخر)

2- کتاب ''مسیح ہندوستان میں'' از حضرت مسیح موعود علیہ السلام (روحانی خزائن جلد ۱۵)

3- کتاب ''تعلق باللہ'' از حضرت مصلح موعود

امتحان بسلسلہ خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی دسمبر 2007ء: از رسالہ ''الوصیۃ''

(مرسلہ: قیادت تعلیم مجلس انصار اللہ پاکستان)